دعوت دیگئی ہے، تمام طلبا رمین حامد نعمانی اعظم گڈہی (پریسیڈنسی کالج کلکتہ) کا مضمون سب سے بہتر سمجھا گیا، اور انکو جناب راجہ صاحب محمود آباد کے ہاتھ سے ایک تمغہ دیا گیا، یہی مضمون مذکور "شہنشاہ کونین" کے نام سے شائع کیا گیا ہے،

اس رسالہ مین سیرۃ نبوی کے مختصر واقعات سہل و آسان زبان مین خطیبانہ انداز سے لکھے گئے ہین، طلبہ اور عام شائقین اُسکا مطالعہ کر سکتے ہین، ضخامت ۱۰۰ صفحے، لکھائی چھپائی کاغذ متوسط، قیمت عمر، پتہ: حامد نعمانی صاحب نمبر ۱۶ بوبازار اسٹریٹ کلکتہ،

حقیقت (لکھنؤ) ہندوستان کی اسلامی آبادی مین لکھنؤ کو جو شرف و امتیاز حاصل ہے، اس سے کسکو انکار ہوسکتا ہے، ضرورت تھی کہ اس شہر سے جو ملک کی اسلامی آبادی مین دماغ کی حیثیت رکھتا ہے ایک سنجیدہ، باوقار اور معتدل اخبار جاری کیا جائے، خدا کا شکر ہے کہ لکھنؤ کے چند باہوش اور صحیح الرائے مسلمان ارباب فکر و قلم نے اس ضرورت کو محسوس کیا، اور **حقیقت** کے نام سے ایک ہفتہ وار اخبار ۲۴ اکتوبر ۱۹ء سے جاری کردیا جو کامیابی کے ساتھ نکل رہا ہے،

یہ اخبار بڑی تقطیع کے ۸ صفحے پر شائع ہوتا ہے، کاغذ، لکھائی، چھپائی سب قابل تعریف ہے، سب سے زیادہ مسرت کی بات یہ ہے کہ اسکا نصب العین صرف سیاست نہین، بلکہ علمی، تعلیمی، معاشرتی، اجتماعی، اقتصادی، غرض ملک و قوم کی زندگی کے ہر شعبے کو اُبھارنا اور درست کرنا چاہتا ہے، مہینہ مین ایک دفعہ اپنی زبان کی مطبوعات پر نظر کرتا ہے، ہر ہفتہ ملک کے اہم واقعات و حوادث پر تبصرہ لکھتا ہے، برادران وطن کے مساعی جمیلہ سے اپنی قوم کو ہمیشہ آگاہ کرتا رہتا ہے، تعلیم و معاشرت کی اصلاح مین حصہ لیتا ہے، سیاسیات مین اپنی رائے ژرف نگاہی سے قائم کرتا ہے، ہم ناظرین سے ملتمس ہین کہ وہ اپنی قدردانی کا اظہار فرمائین کہ یہ چندروزہ خوش آیند بہار نہ ثابت ہو،

قیمت سالانہ صر، پتہ: دفتر حقیقت، وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ،

مجلد پنجم	ماہ جمادی الاول ۱۳۳۸ھ مطابق فروری ۱۹۲۰ء	عدد دوم

مضامین

جدید مطبوعات

سیرۃ عمر بن عبدالعزیز، خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی سوانحعمری، انکے مجددانہ کارنامے، بنوامیہ کی تاریخ و طرز سیاست کی تفصیل اور انکے معائب و محاسن کا موازنہ، از مولانا عبدالسلام ندوی، قیمت بعمر،

منیجر

شذرات

سر راش بہاری گہوش کلکتہ کے مشہور مقنن، عالم و فیاض بزرگ ہین، چند سال ہوے اُنہون نے دس لاکہہ کی گرانبہا رقم کلکتہ یونیورسٹی کو اس غرض سے عطا کی تہی کہ اس سرمایہ سے سائنس کالج قائم ہو، حال مین اس یونیورسٹی کو دوسرا عطیہ ساڑہے گیارہ لاکہہ کا اسی حاتم وقت کے ہاتھ سے موصول ہوا ہے، بمبئی، بانکی پور، لاہور، لکہنؤ، حیدر آباد، اور خود کلکتہ کے کامیاب و مشہور مسلمان وکلا اور بیرسٹرون کے کانون تک یہ خبر پہنچی ہے ؟

یورپ کے ماہوار رسائل کی کثرت اشاعت کا ذکر ان صفحات مین بیشتر آچکا ہے، لیکن خود ہندوستان مین جو انگریزی یا دوسری ملکی زبانون مین رسالے نکل رہے ہین، اُنکا کیا حال ہے ؟ ماڈرن ریویو (کلکتہ) انڈین ریویو (مدراس) ہندوستان ریویو (الہ آباد) ان مین سے ہر پرچہ کی اشاعت ہزارہا کی ہے، اور ماڈرن ریویو کی تعداد اشاعت پانچ اور چہہ ہزار کے درمیان ہے ! ہندی کے مصور رسالہ سرسوتی (الہ آباد) کی اشاعت چار ہزار سے کم نہین، گجراتی اور بنگالی زبان کے بعض رسالون کی اشاعت دس دس ہزار ہے، یہ حال مختص الجماعت و مختص الصوبہ زبانون کے رسائل کا تہا، اسکے مقابلہ مین ملک کی عام و مشترک زبان اردو اپنے کتنے رسالون کے خریدار دس ہزار نہین، پانچ ہزار نہین، ایک ہزار بہی پیش کر سکتی ہے ؟

سال گذشتہ جسوقت معارف مین جدید تغیرات کئے گئے، حجم ڈیوڑہا کر دیا گیا، مضامین مین تعداد و تنوع کے لحاظ سے نمایان اضافہ کیا گیا، انگلستان، امریکہ، و ہندوستان سے انگریزی رسائل بیسیون کی تعداد مین منگاے گئے، اسٹاف مین اضافہ کرنا پڑا، قلمی معاونین کی خدمت مین مالی معاوضہ پیش کیا گیا، غرض مصارف کی مختلف مدین بڑہ گئین، اسوقت مالی مشکلات کا حل اودہ اور دکن کے بعض باہمت رؤسا کی فیاضیون نے کر دیا تہا، اگلی سال پہر وہی تمام ضروریات ایک ایک کرکے پیش آرہی ہین، لیکن اب ہماری غیرت مزید اعانت طلبی کو گوارا نہین کر سکتی،

مسٹر ہنری فرک، امریکہ کے ایک مشہور دولتمند تھے، جنھون نے حال ہی مین وفات پائی ہے، اپنے بعد وہ ۲۹۰۰۰۰۰ پونڈ کی جائداد چھوڑ گئے ہین، وصیت نامہ کے بموجب اس دولت قارون مین سے ۵۰ لاکہہ پونڈ کی رقم انکے احباب، اعزہ و ملازمین کو ملیگی، اور باقی ۲۴۰۰۰۰۰ پونڈ (یا ۳۶ کرور پونڈ) امریکہ کی مختلف یونیورسٹیون اور تعلیم گاہون مین تقسیم ہونگے !! اسی کے ساتھ امریکہ سے دوسری خبر یہ آئی ہے کہ مشہور کروڑپتی راک فیلر نے اپنے قائم کردہ سائنس انسٹیٹیوٹ کو ۲۰ لاکہہ پونڈ (۳ کرور روپیہ) کا تازہ عطیہ دیا ہے، یہ انسٹیٹیوٹ اس نے سنہ ۱۹۰۱ء مین قائم کرایا تہا، اور اسکے لئے ۵۰ لاکہہ پونڈ (۵، ۷ لاکہہ روپیہ) کی مستقل جائداد وقف ہے، اور متفرق عطایا کی میزان یہ تازہ عطیہ ملاکر اسوقت تک ۵، ۷ لاکہہ پونڈ (۱۱½ کرور روپیہ) تک پہنچ چکی ہے، انسٹیٹیوٹ مذکور کی غرض یہ ہے کہ طب و متعلقات طب سے متعلق تحقیقات و انکشافات کا سلسلہ قائم رہے، اسوقت اسکے اسٹاف مین ۱۶۵ اساتذہ اور ۳۱۰ ماتحت ملازمین کام کر رہے ہین، ہندوستان مین یہ واقعات "طلسم ہوشربا" کی داستانین معلوم ہوتے ہین !

ایک عرصہ سے یہ دیکھنے مین آرہا ہے کہ بعض ہفتہ وار معاصرین معارف کے شذرات کو کثرت کے ساتھ اپنے ایڈیٹوریل کالمون مین برابر بے تکلف جگہ دیتے رہتے ہین، لیکن اسمین ایک کیا حرج ہے، اگر وہ ازراہ کرم معارف کا حوالہ بھی دیتے رہین، صحائف سے یہ توقع کیجاتی ہے کہ وہ قوم کو اخلاق و دیانت کا سبق دینگے، اسکا عملی نمونہ انہین پہلے خود اپنے صفحات مین پیش کرنا چاہئے۔

اس نمبر کے اخبار علمیہ کے زیر عنوان ۱۹۱۸ء کے مطبوعات کی فہرست بہ لحاظ السنہ درج کیگئی ہے، جو حکومت ہند کے شائع کردہ مجموعہ اعداد و شمار سے ماخوذ اور اسلئے قابل استناد ہے، ممکن ہے کہ مملکت ہند کی وسیع آبادی مین چند دردمند قلوب ایسے نکل آئین جو اس مرقع عبرت کو دیکھکر کچھ متاثر ہون، عربی و فارسی کا ذکر نہین جو اپنی قلت تعداد مطبوعات کے لحاظ سے مردہ زبانون سے بھی بدرجہا پست و فروتر ہین، البتہ "قوم" کا ارشاد اردو سے متعلق کیا ہے، جسکی تعداد مطبوعات بمقابلہ ہندی و بنگالی کے بقدر ایک ثلث کے کم ہے، اور انگریزی مطبوعات کی تو نصف بھی نہین ؟ ہندوؤن اور مسلمانون کے اتحاد کا غلغلہ آج ملک کے گوشہ گوشہ مین بلند ہے لیکن اگر اسمین خلوص کا کچھ بھی حصہ شامل ہے تو کیا اس زبان کا جو دونون قومون کے گذشتہ اتحاد کی حقیقی یادگار، اور آیندہ اتحاد کی قطعی ضامن ہے، یہی حشر ہونا چاہیئے تھا ؟ دیکھتے دیکھتے یہ نوبت پہنچ گئی ہے کہ محدود رقبون مین بولی جانے والی بنگالی، ہندی، زبانین اردو سے کہین آگے نکل چکی ہین، اور تامل جسے عام طور پر مدراس کے ایک گوشہ کی محدود زبان سمجھا جاتا ہے وہ بھی اردو کے لگ بھگ پہنچ چکی ہے، مدعیان حمایت و ترقی اردو کے اطمینان کے لئے شاید یہ کافی ہے کہ ابھی پنجابی، سندھی، برہمی، و آسامی زبانین اردو سے بہت پیچھے ہین، لیکن یاد رہے کہ اطمینان و جمود کا یہ آخری سہارا ابھی چند سال سے زاید قائم نہین رہ سکتا۔

مسٹر ایس، اے خان، جنہون نے کچھ ہی عرصہ ہوا آکسفرڈ یونیورسٹی سے ڈاکٹر آف لیٹرز کی ڈگری حاصل کی ہے جو ایک مسلمان کے لئے غیر معمولی امتیاز ہے، حال مین اُنھون نے لندن کی رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے سامنے ایک تاریخی موضوع پر لکچر دیا، ٹائمز کے تعلیمی ضمیمہ سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر موصوف سب سے پہلے ہندوستانی اور سب سے پہلے مسلمان ہین جنہین سوسائٹی مذکور نے اس اعزاز کیلئے منتخب کیا، لکچر کا عنوان یہ تھا کہ "ہندوستان سے تجارتی تعلقات پیدا کرنے سے انگلستان کے خارجی و اندرونی حکمت عملی پر کیا کیا اثرات پڑے"۔ ڈاکٹر موصوف نے ڈی لٹ کی ڈگری کیلئے جو رسالہ تیار کیا تھا اُسکی طبع و اشاعت کے لئے حکومت ہند نے انہین اٹھارہ سو روپیہ کا عطیہ دیا ہے، کیا یہ باور کر لینا چاہیئے کہ مسلمانون کی علمی زندگی مین ابھی کچھ رُوح باقی ہے ؟

سر جے، سی بوس کے سائنٹفک کارنامون نے یہی نہین کہ اس دور تنزل و انحطاط مین اہل ہند کی آبرو رکھ لی، بلکہ انکے کمالات نے یورپ کے اعلیٰ ترین علمی حلقون مین اپنی غیر معمولی عظمت کا سکہ بٹھا دیا ہے، اور سائنس کے علمار کبار اُسکے خرمن سے خوشہ چینی اور اُسکے فیوض سے استفادہ کرنا اپنے لئے باعثِ فخر سمجھنے لگے ہین، چنانچہ انگلستان کے ایک نامور و جلیل القدر سائنٹسٹ (حکیم) پروفیسر گیڈیس نے کلکتہ مین اُنکے ہمراہ مدت تک قیام کرنے کے بعد وطن جاکر انکی زندگی اور اُنکے کارنامون پر ایک مبسوط کتاب تیار کی ہے جو عنقریب شائع ہوگی، جو لوگ پروفیسر گیڈس کے مرتبہ شناس ہین، وہ بوس کے اس حیرت انگیز اعزاز پر جسقدر بھی احساس مسرت کرین بجا ہے، ہندوستان کی حقیقی عظمت جسقدر بنرجی و تلک کی ذات سے وابستہ ہے اس سے کہین زیادہ بوس و ٹیگور کے دم سے قائم ہے، جسے دنیا کی کوئی طاقت نہین مٹا سکتی، دیلم و سلجوق آج کہان ہین ؟ غزنوی و غوری کے نام و نشان تک باقی نہین، بغداد کی خلافت

ایک بھولا ہوا خواب ہے، لیکن فارابی و ابن سینا، شیخ الاشراق و ابن رشد، سعدی و حافظ آج بھی زندہ ہین اور کل بھی زندہ رہین گے، وہی اغیار جو ایران کے مٹا دینے کے درپے ہین خیام کے آستانہ پر انکی جبینین جھکی ہوئی نظر آتی ہین،

آج سے ۷۰-۸۰ سال پیشتر ایک نامور انگریز ادیب نے کہا تھا کہ "اگر اہل انگلستان سے سوال کیا جائے کہ تم ملک ہندوستان اور اپنے مشہور ڈرامانویس شکسپیر مین کسکے چھوڑنے کو ترجیح دوگے تو انکے پاس صرف ایک ہی جواب ہوگا یعنی ہندوستان، انگلستان کیلئے ہندوستان جیسی پرمنفعت و وسیع مملکت سے دست بردار ہوجانا ہزار درجہ زیادہ قابل قبول ہوگا بمقابلہ اسکے کہ وہ اپنے تئین شکسپیر کی ہمقومی کے فخر سے محروم کرین" قومی زندگی کی اصلی روح یہی چیز ہے، باقی مادی جاہ و اقتدار سے بڑھکر بے ثبات شے اس بے ثبات دنیا مین اور کوئی نہین، گو افسوس ہے کہ خود یورپ بھی اس نکتہ کو روز بروز فراموش کرتا جاتا ہے، اور اسکے جو لازمی نتائج و عواقب ہین وہ ہر شخص پر ظاہر ہورہے ہین،

امسال ایسٹر کی تعطیل مین ندوۃ العلمار کا جلسہ صوبہ بہار کے مشہور شہر گیا مین ہوگا، اس جلسہ کے ساتھ طلبائے قدیم ندوہ کا جلسہ بھی اسی شہر مین منعقد ہوگا، طلبائے ندوہ کی ایک کثیر تعداد خود اس صوبہ مین موجود ہے، اسلئے توقع ہے کہ یہ جلسہ غیر معمولی طور پر کامیاب ہوگا، اور طلبار ندوہ دونون کے متعلق اس جلسہ مین مفید تجاویز پیش ہونگی، یقین ہے کہ ندوہ کے جو قدیم طلبار اس صوبہ سے باہر مقیم ہین وہ بھی شریک ہوکر جلسہ کی عظمت و شان مین اضافہ کرینگے،

احباب کو اخبارات سے معلوم ہوا ہوگا کہ وفد خلافت کے ساتھ مجھے انگلستان کا سفر درپیش ہے، چند ماہ تک امید ہے کہ وہ میری غیر حاضری معاف فرمائین گے، اس اثنا مین معارف، سیرۃ، اور دار المصنفین کے کام بدستور انجام پاتے رہین گے، سیرۃ کی تحریر سفر مین بھی انشاء اللہ جاری رہیگی، متوقع ہون کہ احباب میرے لئے اور مقصد سفر کے لئے دعاء خیر فرمائین گے۔

اودھ کی نوابی کے بعد غالبًا یہ پہلا موقع ہے کہ ہندوستان کے طبقۂ علمار مین سے مولانا ممدوح انگلستان تشریف لیجارہے ہین، اسوقت علما، سفیر بناکر وہان بھیجے جاتے تھے، چنانچہ تاریخون مین انکے نام کے ساتھ لندنی کا لفظ خاص طور پر لکھا جاتا ہے،

اسلام کی سیزدہ صد سالہ عظیم الشان تاریخ مین یہ وفد اپنی نوعیت مقاصد و اغراض (مذہبی دینیوی) کے لحاظ سے غالبًا اپنی آپ مثال ہے، اس موقع پر یہ خیال کسدرجہ عبرت انگیز ہے کہ اللہ اللہ آج سے کم و بیش سو برس پیشتر جس قوم کی مجلس مین ہم برابر کی حیثیت رکھتے تھے شومی اعمال سے اب اسوقت اُسی کے سامنے اسلئے عاجزانہ حاضر ہورہے ہین کہ اپنے رحم طلب معروضات کو پیش کرین،

یہ انقلاب گردش لیل و نہار ہے

لمثل ھذا یذوب القلب من کمد ان کان فی القلب اسلام و ایمان

یالیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا

(نائب)

مقالات

مسئلہ خلافت

قرآن مجید اور احادیث نبوی کی تصریحات

وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصلحات اللہ تعالیٰ نے ان لوگون سے جو ایمان لائے اور عمل صالح پر
لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین کاربند رہے وعدہ کیا ہے کہ انکو اگلون کی طرح زمین کی
من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ حکومت دیگا اور وہ انکے اس دین کو جسے اس نے پسند
لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا کیا ہے قائم و مستحکم کردیگا اور انکے خوف کو امن سے بدل دیگا
یعبدوننی لایشرکون بی شیئا ومن کفر بعد وہ صرف اسکی عبادت کرینگے اور کسیکو اسکا شریک نہ بنائینگے پھر جنھ
ذلک فاولئک ھم الفاسقون۔ اسکے بعد انکار و اعراض کیا وہ بے شبہہ فاسق ہے۔

اُن آیات مین خداوند کریم نے اسلام کے ایک نہایت اہم عقیدہ (خلافت) کی طرف اشارہ کیا ہے
ہم انکی مزید تشریح کے سلسلہ مین آگے چلکر ان تمام احادیث نبوی اور اقوال علماء سلف کو بھی بیان کرینگے
جن سے اس مسئلہ کی حقیقت و اہمیت پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ آغاز مضمون سے یہ تبادر ہوتا ہے
کہ آیندہ تفصیل ان آیتونکی تفسیر ہوگی۔ اسلیے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ہم یہان ان آیات کی تفسیر و تشریح سے
بہت کم اعتنا کرینگے۔ ہان اصل مسئلہ کے تمام ضروری پہلو انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل کے ساتھ پیش
کرنیکی کوشش کرینگے وباللہ التوفیق وعلیہ التکلان واسالہ تعالیٰ العصمۃ من الخطأ والزلل"

سطح ارضی کی سب سے بڑی سعادت یہ ہے کہ وہ حامل خلافت الٰہی کے لیے آغوش حیات ہے "انسان جو
"عبد اللہ" ہونیکے علاوہ اس حیثیت سے "خلیفۃ اللہ" بھی ہے کہ اس ظلمت آباد کہن مین ہدایت و عبودیت کی

شمع اسکے ہاتھون مین دیگیی تاکہ وہ اس دنیا پر ضلالت و گمراہی کی ہلاکت آفرین تاریکی کو مسلط نہونے دے
قرآن مجید کی اس آیت مین اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

واذ قال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ اور جب تیرے رب نے فرشتون سے کہا ہم زمین پر ایک خلیفہ بھیجنے والے ہین

(۱) یہ عالم انسانیت کا آغاز تھا اسلیے اس آیت مین خلافت کے متعلق بھی بالکل ایک ابتدائی تخیل
بیان کیا گیا اور وہ یہ کہ انسان اپنی اس حیثیت کو یاد رکھے کہ وہ اس دنیا مین خدا کا خلیفہ ہے۔ لیکن جون جون
عالم انسانیت اپنے مدارج تکمیل سے قریب تر ہوتا گیا اسی طرح خلافت کے فرائض اور اسکی ذمہ داریان بھی
روزافزون بڑھتی گئین۔ یہانتک کہ شارع اسلام محمد مصطفےٰ صلعم کا زمانہ آیا جو انسانیت کی تکمیل کا زمانہ تھا۔ انسان
کی ہدایت و تعلیم کے لیے ادیان و شرائع کا جو سلسلہ خدا نے قائم کیا تھا اب اسکی بھی تکمیل کا وقت آگیا تھا اور دنیا
مین آئندہ کوئی نئی شریعت اور کوئی نیا دین آنے والا نہ تھا اسلیے ضرورت تھی کہ انسان کی تخلیق کے مقصود حقیقی
یعنی خلافت فی الارض کی بھی تکمیل کردیجاے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کی ذات سے اس کی بھی
تکمیل کردی۔

(۲) آیت مذکورہ کے ابتدائی الفاظ "وعد اللہ الذین آمنوا" سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ استخلاف
فی الارض کا وعدہ صرف ان لوگون کے لیے ہے جو ایمان لائے تمام انسانون کے لیے نہین جیسا کہ بعد کی
آیت سے سمجھا جاتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان دونون مین کوئی تضاد نہین نیابت الٰہی کے اجمالی
استحقاق مین تمام انسان شریک ہین اور خلافت کا مستحق ہر فرد انسان ہو سکتا ہے لیکن علاوہ اس منصب
کے لیے کچھ ضروری شرطین ہین جنکی بنا پر ایک انسان کو دوسرے انسان پر ترجیح دیجاسکے اور دنیا مین
سعادت و شقاوت کے درمیان ایک مابہ الامتیاز قائم ہو۔ غور کرو جیسے جیسے دنیا کی آبادی بڑھتی گئی انسان
اپنے خیالات، جذبات، قواے عمل اور دوسرے حالات مین ترقی کرتا گیا، اسی قدر متنوع، گوناگون اور
مختلف الخیال جماعتین پیدا ہوتی گئین، تاآنکہ اسلام کا زمانہ آیا، دعوت محمدی کا ظہور ہوا اور قرآن مجید نے

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین۔

محمد صلعم تمھارے مردون مین سے کسی ایک کے باپ [illegible] وہ خدا کے رسول اور نبیون کے خاتم تھے۔

کا اعلان کیا۔ دنیا نے خدا کے اس فیصلہ کو سُنا کہ

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

آج کے دن ہم نے تمھارا دین مکمل کر دیا اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمھارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔

لیکن باوجود ان تمام تصریحات وتنبیہات کے بہت تھوڑے تھے جنھون نے اسکو قبول کیا اور اکثرون نے انکار کر دیا اور اسطرح، اسلام سے، رسول سے اور قرآن مجید سے نہین بلکہ انھون نے اپنے خدا سے منھ موڑا پھر کیا ایسی حالت مین فمنھم شقی وسعید کا فیصلہ بیجا ہے؟ اور کیا دونون خدا کی ہر نعمت مین برابر کے شریک وسہیم ہو سکتے ہین؟

(۳) آگے چلکر خداوند کریم نے ان آیات مین مستحقین خلافت کے عمل واعتقاد کو بھی صاف طور پر بتا دیا ہے جس کو ہم کہہ سکتے ہین کہ وہ تمام انسانون مین سے مستحق خلافت گروہ کے لیے ایک نشانی ہے وہ یہ کہ

یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا۔

وہ صرف میری عبادت کرینگے اور کسیکو میرا شریک نہ بنائینگے۔

گویا اس تصریح سے اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ "خلافت فی الارض" صرف مومنون اور مسلمون ہی کا حصہ ہے۔

نبوت وخلافت

فطرۃً انسان مین جسقدر ہدایت کو قبول کرنیکا مادہ ہے اسی قدر گمراہی مین پڑ جانیکا بھی ہے ابتداے آفرینش سے زمانہ محمد رسول اللہ صلعم تک انبیا ورسل کا جو وسیع سلسلہ نظر آتا ہے وہ اسی ضرورت کی بنا پر تھا کہ انسان جب کبھی اپنے مقصد حیات کو فراموش کرے یا حقیقی شاہراہ سے دور ہٹ جاے تو

ٹھیک وقت پر اسکو صحیح راہ بتائی جائے۔ لیکن ابتدا کی کوئی حد کوئی انتہا ہوتی ہے اس سلسلہ شرائع کی آخری کڑی شریعت محمدی تھی رسول اللہ صلعم نے دنیا کے سامنے ایسا مکمل مذہب پیش کر دیا جسکے بعد اب کسی دوسرے مذہب کی ضرورت نہ رہی۔ اس بنا پر نبوت کا سلسلہ تو ختم ہوگیا۔ لیکن صرف اتنی ضرورت باقی رہگئی تھی کہ ان اصول وقوانین پر جو آپ نے امت کو سکھاے اور دنیا کے آگے پیش کیے ہین امت کو عمل پیرا ہونے کے لیے ہر وقت آمادہ کیا جا سکے اور غیر امتیون کے آگے پیش کرنے کا سلسلہ برابر قائم رہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم نے ایک حدیث مین ارشاد فرمایا۔

عن ابی حازم عن ابی ھریرہ عن النبی صلعم قال کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وستکون خلفاء الخ (مسلم شریف)

ابو حازم حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہین کہ فرمایا نبی صلعم نے بنی اسرائیل کے سردار انبیا ہوتے تھے جب کوئی نبی مرجاتا تو دوسرا نبی اسکا قائم مقام ہوتا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہوگا۔ خلفا ہونگے۔

اب یہان پر اس خاص امر کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ رسول اللہ صلعم کے ہاتھ مین امت کی کن کن چیزونکی باگ تھی جس سے یہ معلوم ہو کہ خلافت کے دائرۂ اقتدار مین کون کون سی چیزین آتی ہین۔ جو لوگ اسلام سے واقف ہین وہ جانتے ہین کہ قومیت مسلم کی تخمیر کسی نسلی وملکی اصول سے نہین بلکہ اسلام کے پیش کردہ اصول سے ہے ایک مسلمان کی زندگی کا کوئی شعبہ مذہب کے حلقۂ اثر سے باہر نہین، تمدن، تہذیب، اخلاق، معاشرت ہر چیز اسکی مذہبی روح کے تابع ہے۔ پیغمبر اسلام (علیہ التحیہ والسلام) ایک طرف مسلمانونکو مبدا ومعاد، عبادات الٰہی اور اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے تھے تو دوسری طرف انکے باہمی حقوق ومعاملات پر بھی اپنی نگرانی رکھتے تھے انکے اختلافات کو رفع کرتے تھے اس بنا پر رسول کا خلیفہ بھی انھی چیزونکا ذمہ دار ہوگا جو رسول کی ذات سے متعلق تھین، اسلام کی تاریخ شاہد ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد آپ کے جانشینون نے ہمیشہ بڑی مستعدی و سرگرمی سے اپنے فرائض انجام دیے۔ خلافت راشدہ کے زمانہ سے لیکر آج تک یہ منصب برابر قائم رہا اور

حتی الامکان تمام خلفاء اسلام نے اپنے متعلقہ فرائض کے انجام دینے مین پوری کوشش کی، بلکہ بارہا کہ شخصی طور پر کسی خلیفہ کے ذاتی حالات اس کے منصب کے لحاظ سے ناموزون تھے اور اس بنا پر مختلف اسلامی فرقون مین اسکے متعلق اختلافات رہے ہون لیکن بحیثیت اصول وعقیدۂ مذہبی تمام اسلامی دنیا اسپر سختی سے قائم رہی اور آج تک قائم ہے۔

خلافت کی اہمیت وضرورت کے متعلق ان جزئیات کے معلوم کرلینے کے بعد اس بارہ مین قرآن مجید احادیث نبوی، اور علماء سلف کے اقوال کو بھی معلوم کرنا چاہیے تاکہ اس عقیدہ کی اصلی حیثیت واضح ہو عنوان مین جو آیات قرآنی نقل کی گئی ہین وہ اور انکے علاوہ یہ آیت

یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

اے مسلمانو خدا کی، رسول کی اور اپنے ارباب امارت کی اطاعت کرو۔

اس مذہبی عقیدہ کی اصل ہے۔ امام بخاری نے کتاب الاحکام (جسمین احکام امارۃ وقضا کی حدیثین درج ہین) کے آغاز مین بھی وجوب امامت پر اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔

احادیث نبوی اس بارہ مین بکثرت مروی ہین اور انمین اس مسئلہ کے بعض جزئیات کی بھی تشریح و توضیح کی گئی ہے ہم موقع موقع سے آگے چلکر انکو نقل کرینگے۔ یہان پہلے وہ حدیثین لکھی جاتی ہین جن مین نصب خلافت کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔

عن نافع قال جاء عبد اللہ بن عمر الی عبد اللہ بن مطیع حین کان من امر الحرۃ ما کان زمن یزید بن معاویہ فقال اطرحوا لابی عبد الرحمن وسادۃ فقال انی لم آتک لاجلس اتیتک لاحدثک حدیثا سمعت رسول اللہ صلعم یقوله سمعت رسول اللہ صلعم یقول من خلع یدا من

نافع سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن عمر اکبر تبہ عبد اللہ بن مطیع کے ہان آئے اور کہا مین اسوقت صرف ایک حدیث سنانے کے لیے آیا ہون جسکو مین نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے سنا ہے آپ نے فرمایا جو امام کی اطاعت سے دستکش ہوگیا وہ اللہ تعالی سے ایسی حالت مین ملیگا کہ اسکے پاس کوئی حجت نہوگی۔ اور جو شخص اس حالت مین

طاعة لقی اللہ یوم القیامة لا حجة له ومن مات ولیس فی عنقه بیعة مات میتة جاهلیة (مسلم)

مرا کہ اسکی گردن مین کسی کی بیعت کا طوق نہین تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

عن ابن عباس عن رسول اللہ صلعم قال من کرہ من امیرہ شیئا فلیصبر علیہ فانہ لیس احد یخرج من السلطان شبرا فمات الا مات میتة جاهلیة (مسلم)

ابن عباس سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلعم نے جو شخص اپنے امیر کی کسی بات کو ناپسند کرے وہ صبر وضبط سے کام لے (یعنی اسی بنا پر اسکی اطاعت سے باہر نہو) اسلیے کہ کوئی شخص ایسا نہین جو اطاعت سے ایک بالشت بھی الگ ہوا اور مرگیا مگر یہ کہ وہ جاہلیت کی موت مرا۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم من خرج من الطاعة وفارق الجماعة ثم مات مات میتة جاهلیة (مسلم)

ابو ہریرہ سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلعم نے جس شخص نے اطاعت کو چھوڑا، جماعت سے الگ ہوا اور اسی حالت مین موت پائی۔ اسکی موت جاہلیت کی موت ہے

عن ابی رجاء عن ابن عباس یرویه قال قال النبی صلعم من رای من امیرہ شیئا فکرهه فلیصبر فانه لیس احد یفارق الجماعة شبرا فیموت الا مات میتة جاهلیة

صحیح بخاری

ابو رجاء ابن عباس سے روایت کرتے ہین فرمایا رسول خدا صلعم نے جس نے اپنے امیر کے کسی فعل کو ناپسند کیا چاہیے کہ ضبط کرے، کیونکہ ایسا کوئی نہین جو جماعت سے ایک بالشت بھی الگ ہوا اور مرا مگر یہ کہ اسکی موت جاہلیت کی موت ہے

ان احادیث کی بنا پر علماے اسلام سب کے سب وجوب نصب امام کے قائل ہین علامہ ابن حزم ملل ونحل مین لکھتے ہین۔

قد ورد بایجاب الامام من ذلک قول اللہ تعالی "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول

نصب امام کا وجوب اللہ تعالی کے اس قول سے ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول نیز بکثرت احادیث

واولی الامر منکم" مع احادیث کثیرۃ صحاح	صحیحہ بھی طاعت ائمہ و وجوب امامت مین مروی
فی طاعۃ الائمۃ وایجاب الامامۃ.....	ہین۔
اتفق جمیع اہل السنۃ والمرجیۃ وجمیع الشیعۃ	تمام اہل السنۃ، مرجیئہ، شیعہ اور خوارج وجوب
وجمیع الخوارج علی وجوب الامامۃ وان	امامت پر متفق ہین اور اسپر بھی کہ امت کے لیے
الامۃ واجب علیہا الانقیاد لامام عادل الخ	امام عادل کا مطیع و فرمانبردار رہنا واجب ہے

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے آغاز باب سیاسۃ المدن مین لکھتے ہین

واعلم انہ یجب ان یکون فی جماعۃ المسلمین	یہ واجبات مین سے ہے کہ اہل اسلام کا ایک خلیفہ ہو اسلیے کہ
خلیفۃ لمصالح لا تتم الا بوجودہ وھی	بہت سے مصالح قومی و ملی اسکے وجود سے وابستہ ہین اور اسکے
کثیرۃ جدا	بغیر اتمام کو نہین پہونچ سکتین۔ اور یہ مصلحتین یقیناً بہت زیادہ ہین

کتب احادیث کا مزید مطالعہ خلافت کی ضرورت اور اسکی اہمیت کو اور زیادہ کر دیتا ہے۔ جب ہم انہین یہ دیکھتے ہین کہ رسول اللہ صلعم نے اسکے مختلف پہلوؤنکو نہایت تشریح سے بیان فرما دیا ہے مثلاً اسکا ایک پہلو یہ ہے کہ شرائع و احکام کے نفاذ و اجرا کیلیے ہمیشہ قوت کی ضرورت ہوتی ہے خواہ وہ قوت اخلاق کی ہو یا تلوار کی۔ انبیا کرام کی قوت کا مدار زیادہ تر پہلی صورت پر ہوتا ہے یعنی وہ اپنے احکام و اوامر کے تسلیم کرانے مین جس قوت سے کام لیتے ہین وہ خود انکے وجود سے باہر نہین ہوتی۔ یہ الگ بات ہے کہ انھون نے کبھی کبھی اپنے ہاتھون مین تلوارین بھی لی ہین مگر یہ مسلم ہے کہ انکی کامیابی کا راز صرف انکی اخلاقی طاقت مین مخفی ہوتا ہے۔ خلفاء کے لیے ممکن ہے کہ تلوار کی طاقت وہ رسول سے زیادہ پیدا کرلین، لیکن اخلاقی طاقت مین وہ رسول کے برابر نہین ہو سکتے۔ حالانکہ معاملات دنیا مین بہت سے مواقع ایسے پیش آتے ہین جہان صرف اخلاق کی طاقت کارگر ہو سکتی ہے تلوار کی نہین اور اگر وہ کامیاب ہو بھی سکتی ہے تو ایک بڑی سفاکی و خونریزی کے بعد جسکا دفع و انسداد مقصد خلافت مین داخل ہے اسی

بنا پر رسول اللہ صلعم نے خلیفہ کے اس ضعیف پہلو کو پیش نظر رکھ کر امت کو اطاعت امام کا حکم دیا۔ اس باب مین بکثرت حدیثین مروی ہین جن کے نقل کی یہان گنجایش نہین مثالاً دو چار پیش کیجاتی ہین خلافت و اطاعت خلافت کا جو عقیدہ اسلام نے پیش کیا ہے اسکی شدت لزوم و وجوب کے لیے اس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلعم قال من	ابوہریرہ سے مروی ہے فرمایا رسول خدا صلعم نے میرا فرمانبردار
اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن یعصنی فقد	خدا کا فرمانبردار اور میرا نافرمانبردار خدا کا نافرمانبردار ہے جس
عصی اللہ ومن یطع الامیر فقد اطاعنی	شخص نے امیر کی اطاعت کی میری اطاعت کی اور جسنے امیر کی
ومن یعص الامیر فقد عصانی (مسلم)	نافرمانبرداری کی میری نافرمانبرداری کی۔
عن ابی ذر قال ان خلیلی اوصانی ان اسمع	حضرت ابوذر نے کہا مجھے میرے دوستؐ نے وصیت کی ہے کہ
واطیع وان کان عبدا مجدع الاطراف	امیر کی اطاعت کرون اگرچہ وہ مقطوع الاطراف (جسکے ہاتھ
(وفی بعض الاسناد عبدا حبشیا مجدع الاطراف) (مسلم)	پاؤن ناک کان کٹے ہون) غلام ہو۔ بعض روایتون مین
	غلام حبشی کا لفظ زاید ہے۔
عن یحیی بن حصین عن جدتہ (ام الحصین)	یحیی بن حصین اپنی دادی سے روایت کرتے ہین کہ
قال سمعتہا تقول حججت مع رسول اللہ صلعم	انھون نے کہا مین حجۃ الوداع مین رسول اللہ صلعم کے
حجۃ الوداع قالت فقال رسول اللہ صلعم	ساتھ تھی آپنے بہت سی باتین فرمائین پھر مین نے یہ کہتے سنا
قولا کثیرا ثم سمعتہ یقول ان امر علیکم	کہ اگر تمپر ایک معیوب غلام (یحیی کو شک ہے کہ شاید انکی دادی نے
عبد مجدع حسبتہا قالت "اسود" یقودکم	اسود (سیاہ) کا لفظ بھی کہا) امیر کردیا جائے اور وہ قرآن مجید کے مطابق
بکتاب اللہ فاسمعوا لہ واطیعوا۔	تمپر حکومت کرے تو تم اسکی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔
عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم	ابوہریرہ سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلعم نے

عليك السمع والطاعة فى عسرك ويسرك ومنشطك ومكرهك واثرة عليك

تمپر اطاعت لازم ہے خواہ آرام مین ہو یا تکلیف مین خوشی کی حالت مین ہو یا غم کی

یہ تو ظاہر ہے کہ کسی قوم کی حالت ہمیشہ یکسان نہین رہ سکتی۔ اسلیے رسول خدا صلعم کو یہ صاف نظر آتا تھا کہ آپ کے بعد وہ زمانہ بھی آئیگا جسمین فتنے اٹھینگے، لوگ مصیبتون مین مبتلا ہونگے اور انسان کا آئینۂ اخلاق برائیون اور بداعمالیون کی گرد و غبار سے آلودہ ہوجائیگا۔ امت تو امت خود خلفا کا دامن بھی اس غبار فتن سے محفوظ نہ رہ سکیگا۔ مگر اسوقت بھی خلفا، اور امت کے تعلقات کس قسم کے ہونے چاہئیین اسکے متعلق ارشاد نبوی ہے۔

عن ام سلمة ان رسول الله صلعم قال ستكون امراء فتعرفون وتنكرون فمن عرف برى ومن انكر سلم ولكن من رضى وتابع قالوا افلا نقاتلهم قال لا ما صلوا

حضرت ام سلمہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلعم نے عنقریب تم مین ایسے خلفا ہونگے جنکو تم اچھا سمجھوگے اور برا سمجھوگے تو جسنے اچھا سمجھا وہ اپنی ذمہ داری سے بری ہوا اور جسنے برا سمجھا وہ محفوظ رہا بجز اسکے جو خوش ہوا اور اسنے انکے افعال و اعمال کی پیروی کی، لوگون نے پوچھا یا رسول اللہ کیا ہم انسے نہ لڑین فرمایا نہین جبتک وہ تم مین نماز قایم کرین

عن عوف بن مالك عن رسول الله صلعم قال خيار ائمتكم الذين تحبونهم ويحبونكم ويصلون عليكم وتصلون عليهم وشرار ائمتكم الذين تبغضونهم ويبغضونكم وتلعنونهم ويلعنونكم قيل يا رسول الله افلا ننابذهم بالسيف فقال لا ما اقاموا فيكم الصلوٰة واذا رأيتم من ولاتكم شيأ تكرهونه فاكرهوا عمله ولا تنزعوا من طاعته

عوف سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلعم نے بہترین امام تمھارے وہ ہین جنکو تم دوست رکھو اور وہ تم کو، وہ تمہارے لیے دعاء خیر کرین اور تم انکے لیے۔ اور بدترین امام وہ ہین جنسے تم بغض رکھو اور وہ تم سے تم ان پر لعنت بھیجو اور وہ تم پر، کہا گیا یا رسول اللہ کیا ان کیلیے تلوار سے کام نہ لین آپنے فرمایا نہین جب تک وہ تم مین نماز قائم کرین اور جب تم اپنے والیون کے کسی امر کو ناپسند کرو تو اسکے عمل کو برا سمجھو مگر محض اسوجہ سے انکی اطاعت نہ چھوڑ دو۔

عن جنادة بن ابى امية قال دخلنا على عبادة بن الصامت وهو مريض فقلنا حدثنا اصلحك الله بحديث ينفع الله به سمعته من رسول الله فقال دعانا رسول الله صلعم فبايعناه فكان فيما اخذ علينا ان بايعنا على السمع والطاعة فى منشطنا ومكرهنا وعسرنا ويسرنا واثرة علينا وان لا ننازع الامر اهله قال الا ان تروا كفرا بواحا عندكم من الله فيه برهان۔

جنادہ کہتے ہین ہم حضرت عبادہ سے ملنے گئے وہ بیمار تھے۔ کہا اللہ آپکو صحت دے کوئی حدیث جسکو آپ نے رسول اللہ سے سنا ہو فرمائیے کہ اللہ تعالی ہمین اس سے فائدہ پہونچائے حضرت عبادہ نے فرمایا رسول اللہ صلعم نے ہمکو دعوت دی ہم نے قبول کیا منجملہ اور عہدونکے رسول اللہ صلعم نے ہم سے اطاعت کا بھی عہد لیا خواہ ہم خوشی مین ہون یا غم مین، آرام کی حالتین ہون یا تکلیف کی۔ اور یہ کہ ہم خلافت کیلیے خلیفہ سے نزاع نہ کرین مگر ہان اسوقت جب کہ اس سے کھلم کھلا کفر صادر ہوتے دیکھین جسمین ہمارے لیے خدا کے نزدیک برہان ہو۔

مسئلہ خلافت کا ایک اہم پہلو یہ بھی کہ اس سے دفعتہً خلیفہ کی شخصیت بہت بلند ہوجاتی ہے کیونکہ اسکے ہاتھو مین پوری قوم کی باگ آجاتی ہے اور وہ سیاسی حیثیت سے حکومت، اقتدار اور سطوت و جبروت کا مالک ہوتا ہے سب سے بڑھکر یہ کہ مذہبی حیثیت سے اسکے احکام واجب العمل ہوجاتے ہین اور یہ حالات یقیناً ایسے ہوتے ہین جنکی بنا پر اس منصب کے حصول کا جذبہ ہر شخص مین پیدا ہونا چاہیے۔ اسلیے بہت ممکن ہے کہ ایک وقت مین دو دو خلیفہ منتخب ہون کچھ لوگ، ایک کا ساتھ دین اور کچھ لوگ دوسرے کا۔ ایسی حالت کیلیے رسول اللہ صلعم نے فرمایا

عن ابى سعيد قال قال رسول الله صلعم اذا بويع لخليفتين فاقتلوا الآخر منهما۔

ابو سعید سے مروی ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلعم نے جب دو خلیفونکی بیعت کیجائے تو دوسرے (یعنی بعد والے) کو قتل کر ڈالو۔

کیونکہ یہ اختلاف و انشقاق کی صورت ہے حالانکہ "خلافت" کا اصلی مقصد جمع کلمۂ اسلام ہے۔

شرائط خلافت

مذکورہ بالا مطالب کے سمجھ چکنے کے بعد یہ معلوم کرنا چاہیے کہ خلافت کے لیے کیا کیا شرطین ہین

شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ مین جو فن اسرار شریعت پر ایک بے نظیر کتاب ہے تحریر فرماتے ہین

واعلم انه یشترط فی الخلیفة ان یکون عاقلا	خلیفہ کے لیے ضروری ہے کہ مرد عاقل، بالغ، آزاد، شجاع
بالغا حرا ذکرا شجاعا ذا رای و سمع و بصر	صاحب عقل و ہوش طاقتور اور ان لوگون سے ہو
ونطق و ممن سلم الناس شرفه و شرف	جنکی شرافت و عزت مسلم ہو اور جسکی قوم کا شرف و اعزاز
قومه ولا یستنکفون من طاعته	اقتدار و اثر عام ہو۔

یہ شرائط تو متفق علیہ ہین انین کسیکو اختلاف نہین۔ اسلیے ہم ان پر کچھ زیادہ گفتگو کرنا نہین چاہتے البتہ بعض جماعتون کے نزدیک ایک اور شرط ہے جسکے متعلق بہت کچھ اختلافات ہین ہم چاہتے ہین کہ قرآن اس مسئلہ کو صاف کردین وہ یہ کہ۔

کیا خلافت کیلیے قرشیت لازم ہے؟

بات یہ ہے کہ بعض کتب احادیث مین ایسی حدیثین مروی ہین جن سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کے لیے قریشی ہونا ایک ضروری شرط ہے مثلاً

الائمة من قریش، الملک فی قریش وغیر ذلک	(۱) امام قریش مین سے (۲) حکومت قریش کیلیے

لیکن اس بارہ مین تمام احادیث کے جمع و استقصا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہین ہے قریش کے فضائل و مناقب سے انکار نہین، وہ رسول خدا صلعم کے ہم نسب ہین، انکی زبان مین قرآن مجید نازل ہوا انکے گھرونین وحی آئی۔ لیکن ان فضائل کا یہ منشا نہین کہ وہ اسلامی حقوق عامہ مین سے کسی حق کے تنہا مستحق ہین۔ اب رہگئین وہ حدیثین جو اس استحقاق کے لیے منصوص سمجھی جاتی ہین انکی یہ حقیقت ہے کہ وہ محض بیان واقعہ کی حیثیت رکھتی ہین نہ کہ امر و حکم کی یعنی رسول اللہ صلعم نے ان حدیثونین اس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے محض صورت حال کو بیان فرمایا ہے۔

غور کرو۔ سیکڑون برس سے عرب مین قریش کی شرافت مسلم تھی۔ وہ تمام عرب کے سب سے بڑے

معبد (کعبہ) کے متولی تھے، سارے عرب مین انکی شرافت و ریاست کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ اسکے بعد اسلام آیا تو اسکا رسول بھی انہی مین سے اٹھا۔ اور رفتہ رفتہ تمام عرب نے اسکے آگے معتقدانہ گردن جھکادی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اسلام اسوقت تک پوری طرح عرب مین نہ پھیل سکا جب تک قریش کے سردار اسکو قبول نہ کرچکے۔ تاریخ اسلام سے واقف اصحاب جانتے ہین کہ بہت سے قبائل اور اشخاص ایسے تھے جو دل سے اسلام کو پسند کرتے تھے لیکن علانیہ اسکے اظہار کے لیے قریش کے قبول اسلام کے منتظر تھے۔ صحیح بخاری باب فتح مکہ مین ہے

کانت العرب تلوم باسلامهم الفتح	عرب کو قریش کے قبول اسلام کا انتظار تھا وہ کہتے تھے
فیقولون اترکوه وقومه فانه ان ظهر	محمد (صلعم) اور انکی قوم کو چھوڑ دو۔ اگر وہ (محمد صلعم)
علیهم فهو نبی صادق فلما کانت وقعة	غالب آئے تو بے شبہہ سچے نبی ہین۔ پس جب کہ فتح ہوا
اهل الفتح بادر کل قوم باسلامهم	تو ہر قبیلہ نے اسلام کی طرف پیشدستی کی

اسی واقعہ کو ابن ہشام نے اپنی کتاب سیرۃ ذکر واقعات ۹ھ مین زیادہ تصریح سے لکھا ہے

انما کانت العرب تربص بالاسلام امر	اور عرب اسلام کے بارہ مین صرف قریش کا انتظار
هذا الحی من قریش وامر رسول الله صلعم	کررہے تھے۔ کیونکہ قریش تمام ملک کے سردار و پیشوا
وذلک ان قریشا کانوا امام الناس وهادیهم	کعبہ و حرم کے متولی، حضرت اسمعیل علیہ السلام کی خاص
واهل البیت والحرم وصریح ولد اسمعیل	اولاد اور تمام عرب کے قائد تھے۔ پس جب
بن ابراهیم علیهما السلام وقادة العرب	قریش نے رسول اللہ صلعم کی اطاعت کرلی۔۔۔ تو
فلما دانت له قریش ... فدخلوا فی	سارا عرب دفعۃً مسلمان ہوگیا۔
دین الله کما قال الله عز وجل	

پھر اسوقت کے ان حالات کو دیکھکر کون ہے جو "الائمۃ من قریش" کی حقیقت کو تسلیم نہ کریگا۔ اسی

باب کی اور دوسری حدیثین بھی اس مفہوم کو زیادہ واضح کرتی ہین

عن ھمام بن منبہ قال ھذا ما حدثنا
ابو ھریرۃ عن رسول اللہ صلعم فذکر احادیث
منھا وقال رسول اللہ صلعم الناس تبع
لقریش فی ھذا الشان مسلمھم لمسلمھم
وکافرھم تبع لکافرھم (مسلم)

ہمام بن منبہ نے یہ کہکر کہ یہ وہ حدیثین ہین جنکو ابو ہریرہ
نے رسول اللہ صلعم سے روایت کیا ہے بیان کیا۔ فرمایا
رسول اللہ صلعم نے لوگ قریش کے تابع ہین، مسلم
مسلم کے تابع ہین اور کافر کافر کے

جابر بن عبد اللہ یقول قال النبی صلعم
الناس تبع لقریش فی الخیر والشر (مسلم)

جابر بن عبد اللہ نے کہا فرمایا نبی صلعم نے لوگ
بھلائی اور برائی مین قریش کے تابع ہین

رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد جب خلافت کا سوال پیدا ہوا۔ اور سقیفہ بنی ساعدہ مین انصار کو مہاجرین کے اختلافات پیش آئے انصار سعد بن عبادہ کی خلافت چاہتے تھے۔ اور مہاجرین حضرت ابوبکر کی۔ اس واقعہ کے متعلق جتنی روایتین موجود ہین۔ انمین صحیح ترین وہ روایت ہے جسکو امام بخاری نے صحیح ج دوم باب رجم الحبلی من الزنا مین نقل کیا ہے۔ اور صاحب طبری وغیرہ ارباب تاریخ کے یہان بھی یہی مستند روایت ہے۔ اس تمام روایت مین حضرۃ ابوبکر کی اہم تقریر کا وہ حصہ قابل ذکر ہے۔ جسمین آپ نے قریش کی فضیلت کو بیان کرتے ہوے یہ الفاظ فرمائے۔

ولن یعرف ھذا الامر (ای الامارۃ) الا لھذا
الحی من قریش ھم اوسط العرب نسبا ودارا

امارت صرف اس قبیلہ (قریش) کا حق سمجھی جاتی ہے کیونکہ وہ
تمام عرب مین ازروے نسب خاندان شریف ترین قبیلہ ہے

یہ امر خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ یہان حضرت ابوبکر نے "الائمہ من قریش" سے استدلال نہین کیا بلکہ قریش کی قدیم شرافت وریاست اور سطوت وعزت کو پیش کیا اور یہ بالکل صحیح ہے کہ اسوقت جب قریش مین حضرۃ ابوبکر صدیق، حضرۃ عمر بن الخطاب اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح جیسی مقدس، باثر

اور ماہر سیاست وحکومت ہستیان موجود تھین تو انکے سوا خلافت کا مستحق اور کون ہو سکتا تھا۔

ان کے علاوہ امامت قریش کے متعلق اور روایتین بھی ہین جن مین رسول اللہ صلعم نے آئندہ خلافت قریش کی پیشینگوئی کی ہے مثلاً

عن ابی بردۃ ان النبی صلعم قال الائمۃ من
قریش ما حکموا فعدلوا ووعدوا فوفوا
واسترحموا فرحموا (اخرجہ الامام احمد
وابو یعلی فی سند یھما والطبرانی)

ابو برزہ سے روایت ہے فرمایا نبی صلعم نے امارۃ قریش
مین ہو گی جب تک وہ فیصلہ مین انصاف کرینگے وعدہ کو
پورا کرین اور طالب رحم کے ساتھ رحم سے پیش
آئین۔

قال رسول اللہ صلعم ان ھذا الامر فی قریش
لا یعادیھم احد الا کبہ اللہ علی وجھہ ما اقاموا
الدین۔ بخاری

رسول اللہ صلعم نے فرمایا امارۃ قریش مین ہو گی اور
جو کوئی اسکے لیے ان سے جھگڑیگا اللہ تعالی اسکو ذلیل
کریگا جب تک وہ دین کو قائم رکھین۔

یا مثلاً اسی سلسلہ مین یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے۔

عن جابر بن سمرۃ قال انطلقت الی رسول اللہ
صلعم ومعی ابی فسمعتہ یقول لا یزال ھذا
الدین عزیزا منیعا الی اثنی عشر خلیفۃ
فقال کلمۃ صمنیھا الناس فقلت لابی ما قال
قال کلھم من قریش

جابر کہتے ہین مین ایک مرتبہ رسول اللہ کی خدمت مین حاضر
ہوا میرے ساتھ میرے والد بھی تھے مین نے آپکو فرماتے ہوے
سنا کہ یہ دین اسلام برابر غالب وموقر رہیگا بارہ خلیفون تک
اسکے بعد کچھ اور فرمایا جسکو مین سن نہ سکا، آخر اپنے والد کو دریافت
کیا تو معلوم ہوا کہ آپنے فرمایا وہ سب قریشی ہونگے۔

لیکن ان حدیثون مین اسکا کوئی اشارہ نہین کہ قریش کے سوا کوئی دوسرا خلافت کا مستحق نہین ہو سکتا۔ بعض حدیثون مین آپ نے قریش کی سطوت وشان اور اہل عرب کے اتباع قریش کو بیان فرمایا ہے،

سلہ تاریخ الخلفا السیوطی۔

بعض حدیثون مین قریش کی خلافت اور انکے عہد مین اسلام کی ترقی وشوکت ووقار کی پیشینگوئی فرمائی ہے اور بعض حدیثون مین اسکا ذکر ہے کہ قریش مین خلافت اسوقت تک باقی رہے گی جب تک وہ دین کو قائم رکھینگے، انمین خلافت کی اہلیت وصلاحیت باقی رہے گی۔ ان سب مین وہ کون سی حدیث ہے؟ جو قریش کے دوام واستمرار خلافت کی دلیل مین پیش کیجاسکتی ہے۔ یا اسکی بناپر یہ کہا جاسکتا ہے کہ قریش کے سوا خلافت اسلامیہ کا کوئی مستحق نہین۔

حقیقت یہ ہے کہ اس باب مین جتنی حدیثین بھی مروی ہین۔ وہ سب اس زمانہ کے حالات اور قریش کی اہلیت خلافت کے لحاظ سے ہین۔ یہ ہرگز مقصود نہین کہ حق خلافت کبھی قریش کے سوا کسی اور کو نہین پہونچ سکتا۔ ورنہ اس قسم کی روایتون کی بناپر اگر خلافت کو قریش کا مخصوص حق قرار دیا جاے تو کیون قضا انصار کے لیے اور تاذین اہل حبش کے لیے مخصوص نہو۔ کیونکہ ایسی حدیثین بھی موجود ہین مثلاً

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم	حضرت ابوہریرہ کہتے ہین رسول اللہ صلعم نے فرمایا
الملک فی قریش والقضاء فی الانصار	حکومت قریش مین، قضا انصار مین اور آذان
والاذان فی الحبشہ (ترمذی)	حبشیون مین۔
عن عتبہ بن عبدان ان النبی صلعم قال الخلافۃ	عتبہ بن عبدان سے مروی ہے نبی صلعم نے فرمایا
فی قریش والحکم فی الانصار والدعوۃ	خلافت قریش مین، فیصلہ انصار مین اور دعوت
فی الحبشہ (مسند احمد بن حنبل)	اہل حبش مین

کیا یہ حدیثین "الائمۃ من قریش" سے کسی طرح بھی کم رتبہ ہین؟

اگرچہ علما کی جماعت کثیر کا یہی خیال ہے کہ خلافت صرف قریش کا حق ہے اور اسکو اجماع تک کی حیثیت دیجاتی ہے۔ لیکن ہمین اس واقعہ سے بہت تسکین وتسلی ہوجاتی ہے۔ جب یہ دیکھتے ہین کہ یہ اجماع حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر بن الخطابؓ کے مبارک ومقدس عہد کے بعد کا واقعہ ہے۔

اسوقت تک اس قسم کا کوئی تخیل موجود نہ تھا۔ عہد نبوی سے قریب تر زمانہ کا تخیل وطرز عمل یقیناً اس تخیل وطرز عمل سے زیادہ اقرب الی الصواب ہے جو اس سے بہت بعد کے زمانہ مین پیدا ہوا ہو۔

صاحب فتح الباری باب "الامراء من قریش" کی ایک حدیث کی شرح مین قاضی عیاض کا یہ قول

وقال عیاض اشتراط کون الامام قرشیا	قاضی عیاض نے کہا امامت کے لیے قریشی ہونا
مذھب العلماء کافۃ وقد عدوھا	تمام علمار کا مسلک ہے اور وہ اسکو اجماع کے
فی مسائل الاجماع	مسائل مین سے شمار کرتے ہین۔

نقل کرنے کے بعد لکھتے ہین۔

(قلت) ویحتاج من نقل الاجماع الی تاویل	یہ اجماع تاویل کا محتاج ہے کیونکہ حضرت عمر سے روایت
ما جاء من عمر من ذلک فقد اخرج احمد	ہے جسکو احمد نے لیا ہے اور اسکی سند کے تمام اشخاص
عن عمر بسند رجالہ ثقات وقال ان ادرکنی	ثقہ ہین فرمایا حضرت عمر نے اگر مجھے موت آئی اور ابوعبیدہ
اجلی وابوعبیدۃ حی استخلفتہ، فذکر الحدیث	زندہ رہے تو مین انہین خلیفہ بناؤنگا اور اسی روایت مین ہے
وفیہ فان ادرکنی اجلی وقد مات ابوعبیدۃ	کہ اگر مین مرگیا اور ابوعبیدہ بھی زندہ نہ رہے تو معاذ بن
استخلفت معاذ بن جبل الخ ومعاذ بن جبل	جبل کو خلیفہ بناؤنگا۔ معاذ بن جبل انصاری ہین انکا
انصاری لا نسب لہ فی قریش۔	قریش سے کوئی لگاؤ نہین۔

ظاہر ہے کہ اگر اس زمانہ مین بھی امامت قریش کے سوا کسی اور کا حق نہین سمجھی جاتی تو حضرت عمر بن الخطاب حضرت معاذ بن جبل کا نام خلافت کے لیے ہرگز نہ لیتے۔ اس سے بھی بڑھکر ایک اور روایت ہے جسمین بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمر سے انکی وفات کے وقت آیندہ خلافت کی نسبت سوال کیا گیا تو آپنے فرمایا مین اپنے زمانہ کے لوگون مین بری حرص پاتا ہون۔ اگر مین اسوقت سالم مولی (غلام) ابی حذیفہ یا ابوعبیدہ بن الجراح کو پاتا تو یہ خلافت ان دونون مین سے کسی ایک کے سپرد کر دیتا۔

ہم اس سے بے خبر نہین کہ ارباب فقہ کی ایک جماعت کا یہ خیال ہے کہ "مولی القوم منہم" قوم کے غلام اسی مین داخل ہین لیکن یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جن علما کا اجماع اس بات پر ہے کہ خلافت صرف قریش کا حق ہے انہین کا اجماع مسئلہ خلافت مین "مولی القوم منہم" کے خلاف بھی ہے۔

علامہ ابن حزم لکھتے ہین۔

فان قال قائل ان قول رسول اللہ صلعم الائمة من قریش یدخل فی ذلک الحلیف والمولی وابن الاخت لقول رسول اللہ صلعم "مولی القوم منہم" ومن انفسہم وابن الاخت منہم، فالجواب وباللہ التوفیق۔ ان الاجماع قد تیقن وصح علی ان الحلیف والمولی وابن الاخت لحکم من لیس لہ حلیف ولا مولی، ولا ابن اخت فمن اجاز الامامة فی غیر ہولاء جوزہا فی ہولاء ومن منعہا من غیر قریش منعہا من الحلیف المولی وابن الاخت۔

اگر کوئی یہ کہے کہ الائمة من قریش مین رسول اللہ صلعم کے قول مولی القوم منہم کے رو سے مولی، حلیف اور ابن اخت بھی داخل ہین تو یہ جواب ہے کہ اجماع سے یہ بات بتیقن ثابت ہو چکی ہے کہ قریش کے مولی وغیرہ کا حکم مثل اس شخص کے ہے جو انکا حلیف یا مولی نہین ہے پس جن لوگون نے امامت کو مولی وغیرہ کے علاوہ عام لوگون مین جائز رکھا ہے وہ ان لوگون مین بھی جائز رکھتے ہین اور جو لوگ سرے سے غیر قریش مین اسکو جائز نہین رکھتے۔ وہ مولی، حلیف وغیرہ مین بھی جائز نہین رکھتے۔

اگرچہ یہ موقع تھا کہ تفصیل سے ہم ان احادیث پر از روے روایت و درایت بحث کرتے لیکن افسوس ہے کہ یہان اسکی گنجائش نہین۔ نیز دوسری روایات کی مدد سے جب مستند احادیث کے صحیح مفہوم پر روشنی پڑ چکی تو پھر اس بحث کو بہت زیادہ پھیلانا بھی مناسب نہین تاہم چند سرسری باتین قابل لحاظ ہین۔

(۱) امامت و قرشیت کی احادیث کے راوی بکثرت قریشی ہین، ابتدا مین وضع و خلط احادیث کا جو فتنہ اٹھا اور سیکڑون

حدیثین بنو امیہ و بنو عباسیہ کے فضائل و مناقب مین گھڑ کر روایت کر دی گئین انکو دیکھتے ہوے کتنا ہی محتاط شخص ہو لیکن کسیقدر اگر ان برے نہین بچ سکتا خصوصًا ایسی حالت مین جبکہ بعض رواۃ کی ثقاہت و صحت کے خلاف شہادتین بھی ملجائین صحیح مسلم کی قریب قریب اکثر روایتون کا یہ حال ہے کہ انمین سماک کا نام آتا ہے جنکے متعلق امام احمد شعبہ اور ابن المبارک کی یہ راے ہے۔

عن احمد سماک مضطرب الحدیث، عن ابن المبارک ضعیف فی الحدیث وکان شعبة یضعفہ۔

مضطرب الحدیث تھے، ضعیف الحدیث تھے۔ شعبہ انکو ضعیف کہتے تھے۔

خود علامہ ابن حجر (قلت) کے تحت مین لکھتے ہین۔

الذی حکاہ المولف عن عبد الرزاق عن الثوری انما قالہ الثوری فی سماک بن الفضل الیمانی۔ واما سماک بن حرب فالمعروف عن الثوری انہ ضعفہ وقال ابن حبان فی الثقات یخطی کثیرا۔

مولف نے ثوری کا قول جو نقل کیا ہے وہ انھون نے سماک بن الفضل کے بارہ مین کہا ہے لیکن سماک بن حرب انکے متعلق ثوری کا قول مشہور ہے کہ وہ ضعیف ہین، ابن حبان نے ثقات مین کہا کہ سماک اکثر غلطیان کرتے ہین۔

عبد الملک بن عمیر کا نام آتا ہے جنکا یہ حال ہے کہ۔

عن احمد عبد الملک مضطرب الحدیث جدا مع قلة روایتہ ما اری لہ خمسائة حدیث وقد غلط فی کثیر منہا قال اسحق بن منصور ضعفہ احمد (قلت) کے تحت مین علامہ ابن حجر لکھتے ہین وکان مدلسا۔

احمد کہتے ہین عبد الملک باوجود قلت روایت یقینًا مضطرب الحدیث ہے پانچسو حدیثین بھی مری نہین ہین تاہم اکثر مین غلطیان ہین۔ اسحق نے کہا احمد عبد الملک کو یقینًا ضعیف کہتے تھے وہ مدلس تھے۔

جریر کا نام آتا ہے جنکے متعلق امام احمد بن حنبل اور بیہقی کا قول ہے۔

قال احمد بن حنبل لیس بالذکی اختلط علیہ حدیث اشعث وعاصم الاحول قال البیہقی فی السنن نسب فی آخر عمرہ الی سوء الحفظ (تہذیب التہذیب)

احمد بن حنبل نے کہا کہ جریر ذکی نہین اشعث اور عاصم الاحول کی روایتون مین اختلاط کرتے ہین بیہقی نے سنن مین لکھا ہے انکی طرف آخر عمر مین سوء حفظ کی نسبت کی گئی ہے

صاحب تہذیب التہذیب (قلت) کے تحت مین لکھتے ہین۔

ان صحت حکایة الشاذکونی فجریر کان یدلس

اگر شاذکونی کی حکایت صحیح ہے تو جریر تدلیس بھی کرتے تھے۔

(باقی آیندہ)

(ابو الحسنات ندوی)

عہد اسلام مین ہندوستان
کی
جہازرانی اور بحری کارنامے

(۲)

از جناب محمد یوسف صاحب صدیقی ایم، اے، آر، ایس

تجارتی بیڑے کے علاوہ جنگی بیڑے بھی تھے، ۱۵۹۰ء مین مرزا جانی بیگ نے ٹھٹھا مین اپنی آزادی کا اعلان کیا تو شہنشاہ اکبر نے خانخان کو ۱۳۰ اسلح جہاز اور دو سو کشتیون کے ساتھ روانہ کیا، جانی بیگ کو اس مہم مین شکست ہوئی اور وہ صلح کرنے پر مجبور ہوا، شرائط صلح کی رو سے ۳۰ جہاز دوسرے اشیاء کے علاوہ اسے دینے پڑے،

۱۵۷۴ء مین داؤد خان بہار کا شہزادہ بن بیٹھا، شہنشاہ اکبر بذات خاص بہت بڑے بیڑے کے ساتھ روانہ ہوا، اور کل سامان ادنیٰ سے اعلیٰ تک اپنے ساتھ لئے، جب شہنشاہ حاجی پور پہنچا تو اس نے حاجی پور کے قلعہ کو مسمار کرنے کا حکم دیا، اور خان عالم کو تین ہزار فوج اور کل سامان کے ساتھ محاصرہ کے لئے کشتی پر روانہ کیا، حاجی پور کے سقوط کے بعد داؤد خان ایک کشتی پر سوار ہو کر بھاگ گیا، خانخانان بنگال کا گورنر مقرر کیا گیا اور کل آدمیون اور کشتیون کو جو آگرہ سے ساتھ لایا تھا اُسے دیدیا۔

اس زمانہ کی جہازرانی وجہاز سازی کے مفصل حالات ابو الفضل نے آئین اکبری مین تحریر کیا ہے، وہ لکھتا ہے کہ میر بحری کے کام چار حصون مین منقسم تھے، ہم ان چار حصون کا بیان اسی کے زبان مین لکھتے ہین:۔

نخست[1] آمادہ ساختن استوار کشتیہا چنانچہ قبل برفراز آن بگذرد، ونیز چنان برسازند کہ بر دژہا سرکوب آید وسرمایہ کشائش دشوار قلعہا گردد، کار آگہان دیدہ درمنزل وراحلہ دانند وگزین اسباب جہانگیری شناسند، خاصہ بر ہندستان دزنگبار وترسابوم، اگرچہ در قلمرو شاہنشاہی فراوان جا بکار رود، لیکن در بنگالہ وکشمیر وتتہ (ٹھٹھا) مدار برو۔ افسر خدیو سرکشتی بسان شگرف جانوران برساخت وبہابت ونشاط را ہم ودش گردانید۔ والا کاخہا ودلکشا کوشکہا وگزین چارہ سوہا ودلفریب چمن زارہا بروے دریا چہرہ برافروخت وبرساحل دریای شور خاور وباختر وجنوب سترگ جہازہا سرانجام یافت وسرمایۂ آسائش دریانوردان شد، وبنادر را رونق افزود واگہی بالش یافت ودر الہ باس (الہ آباد) ولاہور نیز آمادہ کردہ بدریای شور رسانید ودر کشمیر نمونہ ازان برساخت وجہانے

دوم[2] گماشتن دریا درزان دیدہ در شناسائے مد وجزر ودانائے اندازۂ ژرفا وزمان وزیدن گوناگون باد، وسود وزیان آن داگاہ از کہسارہاے فرو رفتہ۔ وبدین مایہ بینش تومندے ونشاورے ومہربان دلے وجد کارے وزتیج کشتی وبار برداری ودیگر ستودہ خوہا چہرہ آرائے حال اینان، چنین فرہیدہ مردم را بافراوان پژوہش فراہم آورد وخاصہ از طیبارز در رود بارہا بشائستگی وآہستگی آدم وکالا را بہ ساحل رسانند وباندازۂ کشتی در شمارۂ اینان تفاوت رود، ودر جہازہا دوازدہ گونہ مردم خدمتگذار باشند۔ ناخدا[1]۔ خداوند کشتی۔ ہمانا ناؤ خدا بودہ، بخواہشگرے او کشتی بہر سو گراید۔ معلّم[2]۔ شناساے نشیب وفراز دریا دنیرنگی اختران برہنمونی او کشتی بمنزل شتابد وچارۂ خطرہا برسگالد، تندیل[3]۔ بزرگ خلاصیان۔ ملاح را بزبان درزان خلاصی وخاورہ گویند ناخدا خشب[4]۔ کشتی نشینان را ہمہ وکاہ آمادہ دارد ودر برآمودن وتہی کردن یاور۔ سرہنگ[5]۔ کشتی در آب انگندن وبیرون آوردن بکاروانی اووبسا ہنگام کار معلم ازو آید۔ بھنڈاری[6]۔ پاس دار ناگزران کشتی۔ کرانی[7] تبلی۔ خراج کشتی تر آب ہم بمردم

رساند۔ سکان گیر۔ بر رہنمونی معلم کشتی را سو بسو دارد طائفہ باشند دگاہ از بیت درگذرند۔ پنجرے[9] برفراز تیر کشتی دید بانے کنند واز پیدائے ساحل و کشتی و شوریدن بادہا و خبر آن آگہی بخشند۔ گمنتی[10] ازخلاصیان است اب کشتی بیرون آورد۔ توپ[11] انداز۔ در آویزہ بکار آید۔ کمی وافزونی ایشان بتفاوت باشد۔ خاروہ[12] ۔ فراوان باشند بادبان کشیدن وبستن ازین گروہ اید۔ برخے بغرو یا فرو شدہ رخنہ در بندند ولنگ فرو ماندہ را برکشایند ودر ہر سفرے کہ بزبان این طائفہ کوشش گویند علوفہ دگرگون بود۔"

سوم[3] ۔ فرو بیدہ مردے تمام قامت ہیبت سیما بلند آواز رنج کش چابکدست کارگذار ہرگزین سفرے دوست شناد رکہ بازیرک منشے وکم ارمے پیرائہ حال او بدید بانے دریاہا باز گذاشت ، از کار آگہی اد اشکلہاے کہ بر گذرہا رو دہد بر کشاید۔ وگذرگاہ را از انبوہے وتنگی وناہمواری ولاے نگاہ دارد۔ در برآمودن کشتیہا اندازہ بکار برد ورہ نوردان رنج انتظار نکشند۔ وتہیدستان بآسانی برگذرند و بشناورے گذشتن نگذارد وکالاجز گذرگاہ فرود نیارد وبے ضرورت بہ شب راہی نساند۔"

چہارم[4] ۔ بخشودن باج ۔ جہان خدیو از افزونی عاطفت این وجہ را کہ بخراج کشورہا برابر بخشش فرمود۔ جز دست مزد کشتیبان خواہش نفرود۔ لختے در بنادر درستانند واز چہل یک زیادہ نباشد، بازرگان نظر بہ چنین خواہشہا بخشودہ انگارد۔"[1]

دریا کے ٹکس کے متعلق مصنف آئین اکبری یون رقم طراز ہے :۔

"دست رنج در رودبارہا اگر کشتی ولوازم از و باشد در ہزار من بہر کروہے یک روپیہ واگر تنہا کشتی از دست ودیگر از سیم خدا دردو نیم کردہ ۔ در گذرہا از فیل دہ دام ۔ از گردون

[1] آئین اکبری باب آئین میر بحری۔

بار آمودہ چہار ، از تہی دو ، از شتر بار یک ، از خالی واسپ وگاؤ ۔ باکالائیم ، از خالی چار یک از مرکب بار واز سر باری شش بکدام ، واز بیست آدم یکدم وبسا شتر باشد کہ نستانند۔"[1]

دفتر میر بحری کے افسران وملازمین کی تنخواہ معقول تھی، مصنف آئین اکبری اس کی نسبت اس طرح بیان کرتا ہے :۔

"در بندر ساتگانون ناخدا چہار صد روپیہ یابد و چہار ملیح ۔ معلم دو بست روپیہ ودو ملیح ، ٹنڈیل صد وبست ، کرانی پنجاہ روپیہ ویک ملیح ۔ ناخدا خشب سی ، سرہنگ بست وپنج ، سکان گیر وپنجرے وبھنڈاری پانزدہ پانزدہ ، گمنتی دہ ، خاروہ چہل وخوراک ہر روزہ ، سرباری دیک انداز دوازدہ ، ودر کھنبائٹ ناخدا ہشت صد روپیہ وبدینسان در دیگر مردم تفاوت رود ، ودر لاہری ناخدا سی صد روپیہ ، ودیگران نیز بدین نسبت ودر خوبی بنادر دہ بست وپنج وہم چنین نظر بجا در راہ تفاوت نہاد ودہ وگذارش آن بس دشوار وکشتی بانان بردو بارہا از پانصد دام افزون واز صد کم ماہوار نگیرند۔"[2]

علاوہ جنگی کشتیون کے بادشاہ اور خاصان دربار کے لئے صرف سری نگر مین ایک ہزار سے زاید کشتیان تہین جو سیر کے لئے مخصوص تہین وہ کشتیان نہایت آراستہ ہوتی تہین ، اور لوگون کے کشتیون کا تو شمار ہی نہین ، ابو الفضل لکہتا ہے :۔

"درین ملک از سی ہزار کشتی افزون است ، لیکن سزاوار نشیمن کشور خداے نبود ، کار آگہان خدمت گذار در کمتر فرصتے گزین کاخہاے دریاے سر انجام نمودند وگذارے بر سطح دریا اساس نہادند ، ونام آوران ونزدیکان نیز بہ ہمین روئے آمادہ گردانیدند ، افزون از ہزار کشتی آراستہ شد وشہرستانے بر فراز دریا آبادی گرفت۔"

[1] آئین اکبری باب آئین میر بحری [2] ایضاً۔

اکبر کی وفات کے بعد ۱۶۰۵ء میں اسلام خان گورنر بنگال نے دارالسلطنت راج محل سے ڈھاکہ تبدیل کر دیا اور بیڑہ کی تعداد بڑھا دی، شہاب الدین طلیش لکھتا ہے کہ جہانگیر کے زمانہ سلطنت میں لوٹیرون نے لوٹ مار کا بازار گرم رکھا تھا، وہ ڈھاکہ تک لوٹ مار کے لئے آتے اور سارے بنگال کو اپنی جاگیر سمجھتے تھے[1]، تھوڑے عرصہ کے بعد اسلام خان نے راجہ اراکان اور پورتگیز لوٹیرے کی متحدہ فوج کو جو اسوقت سینڈ وائپ پر قابض تھے اور جنکے فوج کی تعداد ۱۰۰۰ پورتگیز، ۲۰۰۰ سپاہی، ۲۰۰ سوار اور ۸۰ مسلح جہاز پر ایک پیمانہ کے تھے اور جو دونون متحدہ قوت کے ساتھ شرقی ساحل کو تباہ و برباد کئے ہوئے تھے شکست دی۔

شاہجہان کے عہد میں ۱۶۳۹ء میں ایک نئی تکلیف کی ابتدا ہوئی اور وہ اس طرح پر کہ اکبر اعظم کے اخیر حصہ سلطنت میں کوچ بہار اور آسام کی وہ قومیں جو بنگال کے شرقی سرحد پر رہتی تھین تکلیف دینا شروع کئے، ۱۵۹۶ء میں ایک مہم لچھمی نارائن راجہ کوچ بہار کے خلاف بھیجی گئی، اس مہم میں ۴۰ ہزار گھوڑے، دو لاکھ پیدل سوار، ۷۰۰ ہاتھی اور ایک بیڑہ جہاز کا تھا، ۱۶۱۲ء میں ایک بیڑہ ۵۰۰ جہاز کا جو پریچھٹ راجہ کچھہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا گیا، راجہ شکست کھا کر مقید ہو گیا، لیکن اسکا بھائی بلدیو پریچھٹ آسام بھاگ گیا اور آسامی اور کوچی کی ایک جماعت طیار کر کے شاہی لشکر پر حملہ کر بیٹھا، اسکے پاس بہت بڑی جماعت کے علاوہ پانچسو جہاز کا ایک بیڑہ تھا، اس نے شاہی لشکر کو شکست دی[2]، آخر کار ۱۶۳۹ء میں آسامی جب اپنی کشتیون پر دریاے برہمپتر سے ہوکر ڈھاکہ کے قریب پہنچے تو انہین گورنر بنگال اسلام خان سے ملاقات ہو گئی اور ایک دریائی جنگ ہوئی جسمین آسامیون کے چار ہزار آدمی قتل کئے گئے اور پندرہ کشتیان سلطنت مغلیہ کے ہاتھ لگین، اُس وقت آسامیون کی لوٹ مار اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ کل رقم مالگذاری انکے دفع کرنے میں صرف ہوجاتی تھی

[1] جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال جلد سوم صفحہ ۴۲۴ [2] ایضاً بابت ۱۸۷۲ء حصہ اول نمبر ا صفحہ ۷۴،

اور ایک روپیہ بھی دہلی نہین بھیجا جاتا تھا،

اورنگ زیب کے عہد میں جب میر جملہ وائسراے ہو کر ۱۶۶۰ء میں بنگال آیا تو پھر دارالسلطنت ڈھاکہ کو تبدیل کر دیا گیا اس نے اخراجات بیڑہ اور تنخواہ افسران کے لئے ایک اسکیم بنائی جسکی تعداد چودہ لاکھ تک پہنچگئی[1]۔ اراکان کے حملہ سے بچنے کے لئے متعدد قلعہ جات اور فوجی نقل و حرکت کیلئے متعدد سڑکین اور پلین تعمیر کرائے[2]، ۱۶۶۱ء میں میر جملہ نے کوچ بہار کے خلاف چڑھائی کی اور آسانی سے اسکی سلطنت کو ملا لیا۔ راجہ بھیم نرائن بھاگ گیا، ۱۶۶۲ء میں آسام کے فتح کے لئے ایک بہت بڑی قوت کے ساتھ جسمین پیدل، سوار اور بیڑے تھے روانہ ہوا، دشمنون کے ۸۰۰ قریب جہازون نے شاہی بیڑے پر حملہ کیا، تمام رات گولہ باری ہوتی رہی، نواب نے منعم بیگ کو بیڑہ کی مدد کے لئے بھیجا اور اس نے جنگ کی قسمت کا فیصلہ کر دیا، اور نتیجہ یہ ہوا کہ دشمنون کے تین چار سو جہاز گرفتار ہوے، ہر ایک جہاز میں ایک ایک بندوق تھی، اس جنگ میں شاہی بیڑے میں ۳۲۳ جہاز تھے، اسکے بعد میر جملہ کی فوج میں وبا پھیل گئی، اور متعدد افسران جنگی مع فوج اور میر جملہ کے ہلاک ہو گئے میر جملہ کے مرجانے پر بنگال کا بیڑہ تباہ ہو گیا اور لوٹیرے اس سے نفع اٹھا کر ڈھاکہ پہنچ گئے۔

۱۶۶۴ء میں شائستہ خان وائسراے مقرر ہوا، اس نے لوٹیرون کے لوٹ مار روکنے کے لئے اپنی توجہ جہاز سازی کی طرف مبذول کی، اُس نے ان اُن مقامون سے جہان جہان شہتیرین پیدا ہوتی تھین شہتیرین منگوائین، اور دوسرے مقامات سے ہوشیار بڑھیون کو بلایا اور جہاز سازی کا کارخانہ ہگلی، بالاسور، مورنگ، اور جیسیر مقرر کیا، مستقر پر بھی شائستہ خان جہازون کی طیاری مین مستعد اور سرگرم رہا، حکیم محمد حسین منصبدار جو قدیم، لائق، ایماندار اور قابل اعتبار ملازم تھا، محکمہ جہاز سازی کا افسر مقرر کیا گیا، ہر ایک بندرگاہ پر ایک ماہر انجینیر کا تقرر ہوا، اس سرگرمی اور کوشش کا یہ نتیجہ ہوا کہ

[1] جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال بابتہ ماہ جون ۱۹۰۶ء [2] ٹوپوگرافی آف ڈھاکہ مولفہ ٹیلر صفحہ ۷۶،

تھوڑے ہی عرصہ مین ۳۰۰ جہاز طیار ہوگئے اور ضروری سامان بھی مہیا ہوگئے۔

اورنگ زیب کے عہد مین بنگال کے علاوہ دیگر حصص ملک بھی بہت ترقی پر تھے، اور جہاز سازی اور جہاز رانی خوب ترقی کر رہی تھی تھامس باوری (Thomas Bowrey) ایک انگریز سیاح جو ہندوستان مین ۱۶۶۹ء سے ۱۶۷۹ء تک سیاحی کرتا رہا، خلیج بنگال کے شہرون کے حالات تفصیل سے لکھتا ہے وہ جہازون اور تجارت کی نسبت لکھتا ہے کہ "اسوقت متعدد قسم کے جہاز اور کشتیان بنائی جاتی تھین، ایک قسم کی کشتی تھی جو بہت ہلکی بنی ہوتی تھی، اسمین صرف دونون کنارے شہتیر ہوتے تھے، اسکے تختے بہت پتلے ہوتے تھے، اور آپس مین سوت سے سلے ہوتے تھے، ساحل کارمنڈل پر نہایت مضبوط اور عمدہ جہاز تھے جو چار، پانچ، یا چھ بڑی بڑی شہتیرون سے بنے ہوتے تھے اور ان مین پانچ چھ ہزار من بوجھ لادے جاتے تھے، ایک قسم کی کشتی سیر و تفریح کے لئے ہوتی تھی، جسمین ایک چھوٹا کمرہ بنا ہوتا تھا، ساحل کارمنڈل پر سب سے بڑا تجارتی مرکز موسلی پٹم تھا، اور وہان کے باشندے فن تجارت مین ماہر تھے"، وہ سیاح یہ بھی لکھتا ہے کہ نواب شائستہ خان نے تاجرون پر بحری حفاظت اور ملک کی قوت بڑہانے کے لئے ایک قسم کا ٹکس لگایا تھا، نواب ہر سال سوداگرون کو ہگلی، جیسیر، پپلی اور بالا سور بھیجتا تھا تاکہ ان مقامون مین ایک یا دو جہاز ۴۰۰، ۵۰۰ یا ۶۰۰ ٹن کے مضبوط اور عمدہ بنائے جائین، اسی کا یہ بھی بیان ہے کہ ۲۰ پال والے جہاز ہر سال دریائی تجارت کی غرض سے بالا سور، پپلی وغیرہ بھیجے جاتے تھے، کچھ ان مین سے انکا ہاتھی لانے کے لئے بھیجے جاتے اور چھ یا سات جہاز ہر سال جزائر مالدیپ کوڑیان لانے کے لئے روانہ کئے جاتے تھے، غرضکہ عام طور پر منافع بخش تجارت ہوتی تھی۔[1]

اسٹرنشم ماسٹر (Strynsham Master) کے ڈائری کے

[1] خلیج بنگال کے ملکون کے جغرافیائی حالات مصنفہ تھامس باوری۔

آخر صفحہ مین لکھا ہوا ہے کہ "سب سے پہلے ۱۶۵۷ء مین پہنچے، اسوقت ملک کو نہایت ترقی کی حالت مین پایا، بیس جہاز مال سے لدے ہوئے ہمیشہ موجود رہتے، اور اراکان، پیگو، ملاکا اور جزائر مالدیپ وغیرہ بھیجے جاتے تھے۔

اورنگ زیب کے عہد مین مغربی ساحل بھی جہاز سازی کا مشہور مرکز تھا، ڈاکٹر فرائر (Dr. Fryer) جو بغرض سیاحت ۱۶۷۳ء مین ہندوستان مین آیا وہ جہازون اور کشتیون کی نسبت نہایت تفصیل سے لکھتا ہے، وہ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ "اورنگ زیب کے چار جہاز ہمیشہ سورت مین طیار رہتے تھے اور حجاج کو حج کے لئے بلا کرایہ مکہ لیجاتے تھے"۔

اورنگ زیب کی وفات کے بعد اسلامی سلطنت کا زوال شروع ہوا اور اسکے ساتھ ساتھ جہاز سازی اور جہاز رانی کا بھی خاتمہ ہوگیا۔

مسئلہ زر

(۴)

از جناب مقبول احمد صاحب رئیس سندیلہ

ہم نے زر کاغذی کے فوائد و نقائص عام لکھدیے اب ہم اسکی تفصیل کرتے ہین،

نیابتی زر کاغذی اور زر فلزاتی مین کوئی فرق نہین ہوتا ہے، اس کا استعمال بوجہ ہلکا ہونے کے آسان ضرور ہوتا ہے، مگر نیابتی زر کاغذی سے اضافہ دولت نہین ہوتا ہے، کیونکہ زر فلزاتی کی تعداد بقدر سند رجہ نوٹ ہر وقت خزانہ مین بیکار پڑی رہتی ہے، اس صفت مین یہ اعتباری زر کاغذی سے کم ہے اعتباری زر کاغذی مین بیشتر خوبیان ہین اور کمتر نقائص ہین، اسلئے اعتباری زر کاغذی کا استعمال نہایت موزون ہے، اور آج کل ہر ملک مین بکثرت مستعمل ہے، ہم اس بات کو صاف کرنے کیلئے رسمی زر کاغذی سے بھی بہت فوائد عام حاصل ہو سکتے ہین، جیسا کہ ہم زر کاغذی کی بحث مین لکھ چکے ہین، اگر اسکے اجرا مین کافی احتیاط برتی جائے تو بہت مشکل ہے اور جسکا ذکر بعد مین کیا جائے گا، فی الحال ہم اسکے نقائص لکھتے ہین۔

۱- رسمی زر کاغذی کی ادائگی کے لئے، چونکہ کوئی رقم محفوظ نہین ہوتی ہے اسلئے اکثر ضرورت سے زائد اجرا ہو جاتا ہے اور اسی وجہ سے اسکی قیمت بھی بہت گھٹ جاتی ہے،

۲- قانون گریشم کے عمل کیوجہ سے جب رسمی زر کاغذی کا زائد از ضرورت اجرا ہوتا ہے تو زر فلزاتی چلن سے نکل جاتا ہے اور جسقدر زر فلزاتی چلن سے نکلتا ہے، وہ یا تو جمع کیا جاتا ہے یا گلا ڈالا جاتا ہے یا ممالک خارجہ مین چلا جاتا ہے چلن مین زیادہ تر زر ناقص رہجاتا ہے۔

۳- چونکہ رسمی زر کاغذی کی زائد از ضرورت اجرا، سے قیمت بہت گھٹ جاتی ہے۔ اسلئے ثمن اشیا بہت بڑھجاتی ہے جسکی وجہ سے کاروبار مین ہر وقت خطرہ رہتا ہے اور اکثر ان وجوہ سے خراب قسم کا (   ) کاروبار مین شروع ہو جاتا ہے جو ملک کی مالی تباہی کا باعث ہوتا ہے۔

۴---- اس سے چونکہ کاروبار مین جوئے کی حالت پیدا ہو جاتی ہے اسلئے کاروباری اخلاق بہت پست ہو جاتا ہے، جو ملک کی مالی تنزل کا باعث ہوتا ہے،

۵- مثل دیگر اشیار کے جائداد کی قیمت بھی فرضی طور پر بڑھ جاتی ہے اور لوگ اپنے کو امیر خیال کرکے فضول خرچیون اور غیر مفید مصارف مین مبتلا ہو کر تباہ ہو جاتے ہین۔

۶- مزدورونکو بہت نقصانات ہوتے ہین، قیمت اشیار تو رسمی زر کاغذی کی زائد از ضرورت اجرا سے زیادہ بڑھجاتی ہے مگر مزدوری اسی تناسب سے نہین بڑھتی ہے اسلئے مزدور زیادہ تکلیف اُٹھاتے ہین جو اکثر خلفشار کا باعث ہوتا ہے۔

۷- قرضخواہون کو رسمی زر کاغذی کی قیمت گھٹ جانیکی وجہ سے نقصان ہوتا ہے، یعنی انکو اُسی قدر رقم رسمی زر کاغذی مین ملے گی جسقدر اُنھون نے دی تھی، مگر قیمت اشیا بڑھ جانے کی وجہ سے وہ اسقدر اشیا نہین خرید سکینگے[1]۔

مذکورہ بالا نقائص زائد از ضرورت اجرا ہونے کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہین اگر انسداد ہو جائے تو بہت کچھ ان نقائص مین تخفیف ہو سکتی ہے، ماہرین اقتصادیات نے ان علامات

---

[1] ہم نے زائد از ضرورت اجرا کا لفظ بہت استعمال کیا ہے اسکی تشریح بھی ہم مضمون کو واضح کرنے کے لئے کئے دیتے ہین، جب اجرا شدہ زر کاغذی کی مقدار سے، جو چلن سے نکل گیا ہے زائد ہو جائے تب اجرا زائد از ضرورت کہلائے گا۔

کی کافی تفتیش کی ہے جن سے اس کا پتہ چلتا ہے کہ رسمی زر کاغذی کا زائد از ضرورت اجرا ہوگیا ہے، ہم ان تدابیر کے لکھنے سے پہلے جن سے زائد از ضرورت اجرا کا انسداد ہوتا ہے ان علامات کو لکھتے ہین جنسے زائد از ضرورت اجرا کا پتہ چلتا ہے۔

۱- پہلی علامت یہ ہے کہ سونے پر بڑہتی لیجائے، جب رسمی زر کاغذی کا زائد از ضرورت اجرا ہوگا تو اسکی قدر بہت گھٹ جائے گی اور زر فلزاتی کی قیمت باقی رہے گی، جو شخص رسمی زر کاغذی کے بدلے مین زر فلزاتی لینا چاہے گا اُسکو نوٹ کی مندرجہ تعداد کے مساوی زر فلزاتی لینے مین کچھ زائد دینا پڑے گا، یعنی ایک پونڈ کے نوٹ کے معاوضہ مین اگر وہ ایک ساورن لینا چاہیگا تو اسکو علاوہ ایک پونڈ کے نوٹ کے کچھ زائد دینا پڑیگا۔

۲- دوسری علامت نرخ مبادلہ کا بڑہ جانا ہے جس نرخ پر ممالک خارجہ کی ہنڈیان بکتی ہین وہ شرح مبادلہ ہوتی ہے چونکہ ہنڈیون کی ادائگی زر فلزاتی مین ہوتی ہے جو اکثر سونا ہوتا ہے اسلئے سونے پر بڑہتی دینے سے شرح مبادلہ بڑھ جائے گی۔

۳- تیسری علامت زر فلزاتی کا چلن سے نکل جانا ہے، جب زر ناقص بصورت زر کاغذی اور زر کامل بصورت زر فلزاتی ایک ساتھ چلن مین ہونگے تو قانون گرشیم کی روسے زر کامل چلن سے نکل جائے گا اور زر ناقص رہجائے گا۔

۴- چوتھی علامت ثمن کا بڑہجانا ہے جب بہت زیادہ اجرا رسمی زر کاغذی کا ہوتا ہے تو قیمتین بڑھ جاتی ہین، اور اُسکے اثرات بہت خراب ہوتے ہین اگر اجرا مین خفیف زیادتی ہوتی ہے تو یہ صورت پیدا نہین ہوتی ہے، ان ممالک مین جہان رسمی زر کاغذی کا زیادہ اجرا ہوتا ہے، قیمتین دیگر ممالک کے مقابلہ مین بہت مختلف ہوتی ہین، جسوقت یہ علامتین ظاہر ہون تو فوراً ایسے تدابیر اختیار کئے جائین کہ رسمی زر کاغذی کا اجرا بند ہوجائے اور جسقدر زر زائد از ضرورت اجرا ہوچکا ہو وہ

جن سے واپس لے لینا چاہئے ان تدابیر کے متعلق باہم ماہرین مین بہت اختلاف ہے ایک کثیر تعداد کی تو یہ رائے ہے کہ رسمی زر کاغذی کا اجرا ہونا بھی نہ چاہئے بعضون کی رائے ہے کہ ثمن کی کمی بیشی کے ساتھ رسمی زر کاغذی کے اجرا مین بھی کمی بیشی کی جائے، اس طریقہ کا عمل مین آنا غیر ممکن ہے سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ رسمی زر کاغذی کا اجرا اُسوقت تک ہونا چاہئے جبتک کہ سونے پر بڑہتی نہ لیجائے اور جسوقت سونے پر بڑہتی لی جانے لگے اور نرخ مبادلہ بڑہجائے تو گورنمنٹ کو چاہئے کہ رسمی زر کاغذی کا اجرا فوراً بند کردے اور جسقدر اجرا ہوچکا ہے اُسکی تعداد مین اسطرح کمی کرے کہ جو رسمی زر کاغذی خزانہ سرکار مین داخل ہون وہ فوراً ضائع کردئے جائین اور جب تک کہ سونے پر بڑہتی لینا بند نہ ہوجائے اور نرخ مبادلہ برابر نہ ہوجائے ایک ہی ملک مین دو مختلف قیمتون کا ہونا ایک زر فلزاتی مین اور دوسرے رسمی زر کاغذی مین نہایت خطرناک ہے، یہ بحث بھی بہت طویل ہے ہم نے مختصر طور پر لکھدیا ہے۔

جسطرح رسمی زر کاغذی ہوتا ہے اسیطرح رسمی زر فلزاتی بھی ہوتا ہے اسکی مثال ہندوستان کا روپیہ ہے، رسمی زر کاغذی کاغذ پر چھپتا ہے روپیہ چاندی پر چھپتا ہے رسمی زر کاغذی کے بدلے مین زر فلزاتی نہین ملتا ہے، اسطرح روپیہ کے بدلے مین گورنمنٹ ہند ساورن دینے پر قانوناً مجبور نہین رسمی زر کاغذی کی قیمت کا انحصار اُسکی مقدار اجرا پر ہوتا ہے، روپیہ کی قیمت کا انحصار بھی معمولی حالتون مین اسکی تعداد اجرا پر ہوتا ہے جو بذریعہ سکہ سازی محدود گورنمنٹ ہند کو حاصل ہے، آج کل چاندی کی قیمت زیادہ ہوگئی ہے پیشتر ایک روپیہ دس آنے کا ہوتا تھا، اور سولہ آنے کو چلتا تھا مگر روپیہ اب سوا آنے کا ہونے لگا ہے، ہم نے لکھا ہے کہ اعتباری زر کاغذی مین خوبیان زیادہ ہوتی ہین اور نقائص کم ہوتے ہین، اب ہم اسکی تفصیل کرتے ہین، اسمین بھی مثل دیگر اقسام زر کاغذی کے فوائد عام حاصل ہوسکتے ہین جنکو ہم پہلے لکھ چکے ہین بوجوہات ذیل یہ اور سب اقسام سے بہتر ہے

اعتباری زر کاغذی سے دولت مین اضافہ ہوتا ہے، جو نیابتی زر کاغذی مین نہین ہوتا، نیابتی زر کاغذی کی ادائگی کے لئے ہر وقت رقم محفوظ بقدر مندرجہ نوٹ خزانے مین بیکار پڑی رہتی ہے اعتباری کاغذ کے بابت چونکہ بوقت مطالبہ فوراً ادائگی کا دعدہ ہوتا ہے اسلئے لوگون کو اجرا کنندہ پر اعتماد ہوتا ہے اور داد دستد مین بغیر زر فلزاتی مین تبدیل کئے ہوئے برابر چلتا رہتا ہے، اسوجہ سے عرصہ کے بعد خزانہ یا بینک مین بغرض ادائگی پیش کیا جاتا ہے اور اسکی ادائگی کے لئے پوری رقم خزانے یا بینک مین نہین رکھی جاتی ہے، بلکہ تیس چالیس فیصدی کافی سمجھی جاتی ہے۔

رسمی زر کاغذی کی اجرا سے بھی دولت مین اضافہ ہوتا ہے مگر دیرپا نہین ہوتا، اسکی ادائگی کے واسطے نہ تو رقم محفوظ کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ اجرا مین کوئی رکاوٹ۔ اسلئے اسکی قیمت بہت جلد اور زیادہ گھٹتی ہے اور جسوقت قیمت گھٹتی ہے تو اضافہ بالکل غائب ہوجاتا ہے اور ملک مین پریشانی اور تباہی نظر آتی ہے اعتباری زر کاغذی زر فلزاتی مین ادائگی کا دعدہ بھی ہوتا ہے اور مناسب مقدار مین اسکی ادائگی کے واسطے رقم محفوظ بھی رکھی جاتی ہے اسلئے اسکی قیمت زیادہ نہین گھٹتی اور اضافہ دولت دیرپا ہوتا ہے، اعتباری زر کاغذی جسکی ادائگی بنہایت یقینی ہوتی ہے (جیسے بنک آف انگلینڈ کے نوٹ) دیگر ممالک مین چند دنونکے لئے قبول کرلئے جاتے ہین مگر جلد واپس کردئے جاتے ہین، رسمی زر کاغذی کی وقعت ردی کاغذ سے زیادہ نہین ہوتی ہے، اعتباری زر کاغذی کا اجرا یا تو سلطنت کرتی ہے یا بینک اسلئے ایک بحث یہ پیدا ہوگئی کہ کون اس خدمت کو اچھی طرح انجام دے سکتا ہے، گورنمنٹ کے اجرا کرنے پر حسب ذیل اعتراض کئے جاتے ہین۔

اول تو یہ کہا جاتا ہے کہ گورنمنٹ کے فرائض مین نوٹ کا اجرا داخل نہین ہے یہ بحث وسیع ہے، ہر شخص گورنمنٹ کے فرائض اپنے نقطہ نظر سے قرار دیتا ہے، اسلئے اس مسئلہ

مین کوئی مختتم رائے نہین قائم ہوسکتی ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ گورنمنٹ نے زمانہ ماضی مین زر کاغذی بدل پذیر کو اپنی ضرورتون سے غیر بدل پذیر کردیا، اسلئے اسکو اجرا نہین کرنا چاہئے اس اعتراض کی وقعت ضرور ہے

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ گورنمنٹ کے اجرا کرنے مین کوئی رکاوٹ نہ ہوگی اور وہ لامحالہ از ضرورت اجرا کردے گی، جس سے بہت نقصانات اٹھانا پڑینگے بینک ایسا نہین کرسکتا ہے بنک کی نگرانی ہر وقت سرکار کرسکتی ہے گورنمنٹ پر بوقت ضرورت ایسا اثر نہین ہوسکتا ہے کہ نوٹ کے اجرا سے باز رہے۔

۴۔ سب سے قوی اعتراض یہ ہے کہ گورنمنٹ کے اجرا کرنے مین کاروبار کے لحاظ سے کمی بیشی اس عمدگی سے نہین ہوسکتی ہے جیسے بنک کے اجرا کرنے سے ہوسکتی ہے، بنک کو چونکہ ہر وقت کاروباری دنیا سے سابقہ رہتا ہے اسلئے وہ آسانی سے اندازہ کرسکتا ہے کہ اعتباری زر کاغذی کے حجم مین کسوقت کمی ہونا چاہئے اور کسوقت بیشی، عمال سرکار کو اسقدر تجربہ نہین ہوسکتا ہے بنک کے اجرا کرنے پر بھی یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ بنک کو اپنا فائدہ زیادہ مدنظر ہوگا اسلئے وہ رعایا کے حقوق کا لحاظ نکرے گا اسکی روک اسطرح پر ہوسکتی ہے کہ نوٹ اجرا کرنے کا حق بنک کو دیا جائے اور رعایا کے حقوق کی نگرانی سرکار کرے یہی طریقہ سب سے اچھا خیال کیا جاتا ہے۔

چک، ہنڈی، اور چھٹی کے متعلق ہم اس مضمون مین کچھ نہین لکھتے ہین یہ بحث بنک کے بیان مین ہونا چاہئے۔

قیمت زر

قیمت کا لفظ اس سے پہلے بہت استعمال کیا جاچکا ہے، اب ہم اسکی تشریح کرتے ہین قیمت زر کا مسئلہ بھی مثل دیگر اشیاء کی قیمت کے ہے اشیاء کی قیمت سے یہ مراد ہے کہ کس تعداد کی اشیاء سے اسکا مبادلہ ہوگا

قیمت زر سے بھی یہ مراد ہے کہ (اسکا روپیہ) مبادلہ کس تعداد کی اشیاء سے ہوگا یعنی زر کی قیمت زر کیا ہوگی، ہم پہلے اس غلط فہمی کو رفع کردینا چاہتے ہین جو قیمت زر کی بابت پھیلی ہوئی ہے تاجرون کے الفاظ مین قیمت زر سے وہ سود مراد ہے جو روپیہ پر ملتا ہے حالانکہ یہ غلط ہے جو شخص قرض دیتا ہے وہ صرف یہی نہین کرتا ہے کہ روپیہ اپنے پاس سے منتقل کردے بلکہ وہ اپنا حق بھی جو اُسکو ملکی پیداوار کی قیمت پر سرمایہ لگانے کی وجہ سے حاصل تھا، منتقل کردیتا ہے درحقیقت وہ سرمایہ منتقل کرتا ہے روپیہ صرف آلہ مبادلہ ہے سرمایہ کی مقدار روپیہ مین گنی جاتی ہے اسوجہ سے سرمایہ کا قرض لینا روپیہ کے قرض لینے کے مترادف ہے ہمارا مفہوم قیمت زر سے اسکی قیمت مبادلہ اور روپیہ سے آلہ مبادلہ ہے۔

اب ہم اُن اسباب پر غور کرتے ہین جنپر قیمت زر کا انحصار ہے، ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ قیمت زر بھی مثل دیگر اشیاء کی قیمت کے ہے اسلئے روپیہ کی قیمت کی کمی بیشی بھی مثل دیگر اشیاء کی قیمت کی کمی بیشی کے اسکے رسد وطلب پر ہے، ہم روپیہ کی رسد وطلب کے مفہوم کو بھی صاف کردینا چاہتے ہین کسی چیز کی رسد سے وہ مقدار مراد ہے جو فروخت کے لئے پیش کی جاتی ہے روپیہ کی رسد سے بھی وہ مقدار مراد ہے جو فروخت کے لئے پیش کی جاتی ہے، روپیہ کا فروخت ہونا غیر مانوس لفظ ہے، یہ خیال ہوگا کہ روپیہ خود ہر چیز خرید سکتا ہے اسکی فروخت ہونے کے کیا معنی واقعہ یہ ہے کہ جو شخص غلہ، روئی وغیرہ فروخت کرتا ہے وہ روپیہ خرید کرتا ہے اور جو لوگ روپیہ کو غلہ یا روئی کی خریداری مین صرف کرتے ہین وہ روپیہ فروخت کرتے ہین اسلئے رسد سے وہ رقم زر مراد ہے جسکو لوگ کاروبار مین لگاتے ہین اسمین دو طرح سے کمی بیشی ہوتی ہے اول مقدار سے یعنی روپیہ کی تعداد مین اضافہ کرنے سے بڑہجاتی ہے اور کم کرنے سے کم ہوجاتی ہے۔

دوسرے سرعت گردش زر، اسکو یون سمجھنا چاہئے کہ اگر ایک سکہ ہفتہ مین دس بار

کاروبار مین لگے اور دوسرا سکہ بیس بار کاروبار مین منتقل ہو تو دوسرے سکہ کی سرعت گردش اول سے دوگنی ہوگی اور اسلئے اُسکی رسد زیادہ ہوگی۔

طلب یا مانگ

ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ ہر شخص جو اشیاء فروخت کرتا ہے وہ روپیہ خرید کرتا ہے اسلئے روپیہ کی طلب یا مانگ اُن تمام اشیاء پر مبنی ہوتی ہے جو فروخت کے واسطے بازار مین آئین، طلب کا انحصار ہر وقت اور ہر ملک مین اُن تمام چیزون کی مقدار پر ہوتا ہے جنکا تبادلہ روپیہ سے ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے کیونکہ کسی ملک کی پیداوار کا کچھ حصہ تو بذریعہ تبادلہ جنس بالجنس ایک دوسرے کے پاس منتقل ہوتا ہے اور کچھ حصہ خود پیدا کرنے والے براہ راست صرف کرڈالتے ہین، بقیہ ملک کی دولت کی پیدائش کا حصہ روپیہ کے ذریعہ سے منتقل ہوتا ہے اور روپیہ کی مانگ ایسے حصہ کی کمی وبیشی پر مبنی ہوتی ہے، اس مختصر بیان کے بعد اب ہم یہ لکھتے ہین کہ کن اسباب سے قیمت زر مین کمی اور بیشی ہوتی ہے نظریہ مقدار زر (......... Quantitative Theory) کی سادہ صورت یہ ہے کہ قیمت زر روپیہ کی مقدار کی کمی بیشی کے مطابق گھٹتی بڑھتی رہتی ہے یہ صورت اس زمانہ مین صادق ہوسکتی ہے جب تمدن ابتدائی حالت مین ہو یعنی نہ تو روپیہ جمع کرنے کا شوق ہو، نہ تبادلہ جنس بالجنس بلکہ صرف زر فلزاتی کے ذریعہ سے مبادلہ ہوتا ہو ، اور پیمانہ تجارت مین کسیطرح کمی بیشی نہ ہوتی ہو اور روپیہ کا کوئی اور مصرف یا استعمال علاوہ آلہ مبادلہ ہونیکے نہ ہو، اسوقت بیشک یہ نظریہ ٹھیک ہوگا، لیکن موجودہ زمانہ مین جب یہ سب صورتین بدل گئین ہین یعنی روپیہ جمع کرنیکا شوق ہے تبادلہ جنس بالجنس بھی ہے پیمانہ تجارت روز افزون ترقی پر ہے، زر فلزاتی کا استعمال علاوہ آلہ مبادلہ ہونے کے اور بھی بہت صورتون مین ہوتا ہے (مثلاً گلاکر زیور بنانا وغیرہ) اور سب سے بڑا انقلاب یہ کہ بڑا حصہ داد و ستد کا ساکہ اور اعتبار پر ہوتا ہے اور روپیہ کے بجائے چک، نوٹ، ہنڈی وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے

یہ سادہ نظریہ موجودہ تمدن پر کسیطرح منطبق نہین ہوسکتا ہے، اس نظریہ کے ترقی شدہ صورت جو زمانہ حال کے تمدن پر چسپان ہوسکتی ہے اور ماہرین اقتصادیات نے بھی اسکو صحیح خیال کیا ہو یہ ہے کہ اگر اور اسباب یکسان ہون تو قیمت زر مین کمی واقع ہوگی اگر مقدار زر مین بیشی ہوگی، اور قیمت زر مین بیشی ہوگی اگر مقدار زر مین کمی ہوگی، دیگر اسباب کا یکسان ہونا نہایت اہم شرط ہے ہم ان اسباب کو بھی تفصیل سے لکھتے ہین جنکو اس نظریہ کو کام مین لاتے ہوئے ملحوظ رکھنا چاہیے۔

(۱) تجارت کے حجم مین کوئی کمی بیشی نہو، تجارت کے حجم مین زیادتی سے روپیہ کی مانگ زیادہ ہوگئی اگر ایسی صورت مین روپیہ کی مقدار اس امید پر بڑھجائیگی کہ قیمت اشیا بڑھجائے تو یہ نظریہ صادق نہ ہوگا بصورت دیگر اگر تجارت کے حجم مین کمی ہوگی تو روپیہ کی مانگ کم ہوجائے گی اور ایسی صورت مین اگر کچھ روپیہ چلن سے الگ کر لیا جائے گا تو بھی قیمت زر پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

(۲) تبادلہ جنس بالجنس کی تعداد بھی بجنسہ رہنا چاہیے، اگر زیادہ اشیا کا تبادلہ اس صورت مین ہوگا تو روپیہ کی مانگ کم ہوجائے گی اور جب مانگ کم ہوگی تو مقدار زر کم ہوجانے سے قیمت زر پر کوئی اثر نہ پڑے گا، بصورت دیگر اگر تبادلہ جنس بالجنس مین کمی ہوگی تو روپیہ کی مانگ زیادہ ہوگی اور اسکے زر کے چلن مین اضافہ کردینے سے بھی کوئی اثر قیمت زر پر نہ پڑیگا۔

(۳) ساکہ یا اعتبار پر جو کاروبار ہورہا ہو اسمین بھی کمی بیشی نہ ہونا چاہیے، اگر ساکہ کے کاروبار مین زیادتی ہوجائے گی تو کچھ روپیہ بیکار ہوجائے گا، اور اسوجہ سے روپیہ کی مانگ بھی کم ہوجائیگی ایسی صورت مین اگر کچھ روپیہ چلن سے الگ کر لیا جائے گا تو قیمت زر مین کوئی فرق نہ ہوگا اور یہ نظریہ منطبق نہ ہوگا دوسری صورت مین اگر ساکھ یا اعتبار کے کاروبار مین کمی واقع ہوجائیگی تو زیادہ روپیہ کی مانگ ہوگی اور ایسی صورت مین اگر روپیہ کی مقدار مین اضافہ کردیا جائے گا تو بھی قیمت زر پر کوئی اثر نہ پڑے گا اسلئے ضروری ہے کہ ساکھ اور اعتباری کاروبار کی مقدار

مین کمی بیشی نہ ہو بلکہ بدستور رہے۔

(۴) سرعت گردش زر بھی یکسان رہے اگر زر کے چلن کی سرعت زیادہ ہوگی تو روپیہ کی مانگ کم ہوجائیگی اس صورت مین روپیہ کی مقدار کم کردینے سے قیمت زر پر کوئی اثر نہ پڑے گا اگر زر کے چلن کی سرعت مین کمی ہوجائے گی تو روپیہ کی مانگ زیادہ ہوجائے گی، اس صورت مین اگر روپیہ کی مقدار مین اضافہ ہو تو بھی کوئی اثر قیمت زر پر نہ پڑے گا۔

اسکے علاوہ روپیہ کی اس تعداد مین بھی جو جمع کیجاتی ہے یا زیور وغیرہ بنانے کیواسطے لگائی جاتی ہے کمی بیشی نہ ہو تب نظریہ مقدار زر منطبق ہوگا۔

ہم پہلے لکھہ چکے ہین کہ قیمت زر مثل دیگر اشیا کی قیمت کے ہے، اشیا کی قیمت ماہرین اقتصادیات کے نزدیک مصارف پیدائش پر منحصر ہوتی ہے اور اگر کسی شے کے مصارف پیدائش مختلف ہون تو اسکی قیمت کا انحصار اس حصہ پر ہوگا جسکی پیدائش مین سب سے زیادہ صرف ہوا ہے دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ نظریہ بھی زر کے خاص حالت پر صادق آیا ہے۔

چاندی سونا ساخت زر مین علی العموم صرف ہوتا ہے جو کانون سے برآمد ہوتا ہے، مختلف کانون کے مصارف بھی مختلف ہوتے ہین، اسلئے جس کان کے مصارف سب سے زیادہ ہون اسکے نکلے ہوئے سونے چاندی کی قیمت پر قیمت زر کا انحصار ہونا چاہیے یہ حالت پیدا ہوگی مگر بدیر، اگر مقابلہً آزاد ہو اور مصارف کی ٹھیک تعداد معلوم ہوسکے مصارف پیدائش کا اثر رسد پر پڑے گا اور رسد کا قیمت پر، جیسا کہ جان اسٹورٹ مل نے اپنی کتاب جلد اول صفحہ ۵۰۴ مین لکھا ہے کہ "مخفی اثر جسکی وجہ سے قیمت اشیا عرصہ کے بعد مصارف پیدائش سے مطابقت کرے گی وہ فرق ہے جو بوجوہات دیگر اُس شے کی رسد مین واقع ہوتا ہے" زر کی رسد کانون کی سالانہ پیداوار کے مقابلہ مین اسقدر زیادہ ہے کہ پیدائش کی کمی بیشی کا

اثر بہت عرصہ کے بعد محسوس ہوگا، اگر کانون سے سونے چاندی کی پیدائش روک دیجائے تو چند سال تک کوئی اثر بصورت افزائش قیمت زر نہوگا، اور اگر کانون سے سونا چاندی بکثرت نکلے تو بھی اسکا اثر بہت دیر مین ہوگا، اسلئے پیدائش کی کمی بیشی ابتداءً اور چند سال بعد تک محض قیمت زر کا مسئلہ رہتی ہے، قیمتی دھاتون کی (چاندی - سونا) دیرپائی کانون سے چاندی سونا نکالنے مین جوا اور نئے کانون کی دریافت ہونیکی امید ایسے عناصر ہین جن سے مصارف پیدائش کا اثر قیمت زر پر عرصہ دراز کے بعد متیقن نہین ہوسکتا ہے، اسکے علاوہ ایک بات اور قابل لحاظ ہے کہ دیگر اشیاء کے مصارف پیدائش کی کمی اسکی قیمت کم کردیتی ہے، خواہ اسکی رسد کتنی ہی ہو، مگر قدر زر کی کمی بیشی بغیر مقدار زر کی کمی بیشی کے غیر ممکن ہے، بوجوہات بالا جیسا ہم نے پہلے لکھا ہے، قیمت زر کا انحصار رسد و طلب پر ہوتا ہے، مصارف پیدائش کا اثر چونکہ بدیر متیقن نہین ہوسکتا ہے، اور ابتداءً تھوڑے عرصہ تک ہوتا نہین ہے، اسلئے خارج از بحث ہے،

قیمتِ زر کی کمی بیشی کے نتائج

قیمت زر کی تشریح کے بعد ہم مختصر طور پر ان نتائج کو بھی لکھتے ہین جو قیمت زر کی کمی بیشی کے باعث پیدا ہوتے ہین، قیمت زر کی کمی بیشی کے مفہوم کو ہم نے پہلے واضح کردیا ہے کہ اگر روپیہ کی قوت خرید زیادہ ہوتی ہے تو قیمت زر بڑھی ہوتی ہے، اور اگر قوت خرید کم ہوتی ہے تو قیمت گھٹی ہوتی ہے، جب کسی ملک مین رسد زر اسقدر زیادہ ہوتی ہے کہ قیمت اشیاء بڑھجاتی ہے تو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ تعداد زر چلن کے لئے زیادہ ہے، اگر رسد زر بمقابلہ طلب زر اسقدر کم ہو کہ قیمت اشیاء گھٹ جائے، تو سمجھا جاتا ہے کہ تعداد زر چلن کے لئے کم ہے، اگر یہ کمی بیشی فلزات کی رسد پر مبنی ہوتی ہے، تو قدرتی کہلاتی ہے، اگر یہ بیشی سلطنت کے رسمی زر کاغذی کی اجراء یا کم قیمت فلزات کے ساتھ جاری کرنیکی وجہ سے ہوتی ہے تو مصنوعی کہلاتی ہے۔

قیمتی فلزات کی رسد مین کمی کانون کی خالی ہوجانے یا جنگ کی وجہ سے کانکنی رک جانے یا کانکنی مین بوجہ خاص حالت اقتصادی نقصان ہونے یا دیگر ممالک مین ضروریات زر یا صنعت و حرفت مین سونے کے زیادہ صرف ہونیکی وجہ سے ہوجاتی ہے،

قیمت زر مین بیشی علاوہ فلزات کی رسد کے دیگر وجوہ سے بھی ہوتی ہے، مقدار زر بجنسہ رہنے اور رسد اشیاء بڑھنے، مقدار زر کم ہونے اور رسد اشیا بجنسہ رہنے، مقدار زر و رسد اشیاء بجنسہ رہنے اور اعتباری داد و ستد و مبادلہ جنس بالجنس کم ہوجانے سے قیمت زر بڑھجاتی ہے، قیمت زر مین کمی بھی دیگر وجوہ سے ہوتی ہے، مقدار زر بجنسہ رہنے اور رسد اشیا مین کمی ہونے (ایسا بہت کم ہوتا ہے) مقدار زر مین زیادتی ہونے اور رسد اشیا بجنسہ رہنے (ایسا اکثر ہوتا ہے) مقدار زر و رسد اشیا بجنسہ رہنے اور اعتباری داد و ستد و تبادلہ جنس بالجنس کے زیادہ ہوجانے سے قیمتِ زر گھٹ جاتی ہے،

مصنوعی زیادتی کے نقائص ہم نے رسمی زر کاغذی کی بحث مین مفصل لکھدیئے ہین، اسلئے اعادہ کی ضرورت نہین ہے، سب سے بڑا اسکا نقص یہ ہے کہ ممالک خارجہ کے تاجرون کو چونکہ رسمی زر کاغذی پر اعتماد نہین ہوتا ہے، اسلئے تجارت خارجہ پر بہت خراب اثر پڑتا ہے جو ہر ملک کی ترقی کی روح ہوتی ہے،

جب قیمت زر بڑھتی ہے اور قیمت اشیا گھٹتی ہے تو قرضدارون کو نقصان ہوتا ہے اور قرضخواہون کو فائدہ، اگرچہ قرضخواہون کو وہی تعداد زر جو انہون نے قرض دی تھی واپس ملتی ہے مگر قیمت بڑھ جانے سے وہ زیادہ تعداد اشیاء روپیہ سے خرید سکتے ہین اسلئے انکو فائدہ ہوتا ہے، قرضدارون کو اسلئے نقصان ہوتا ہے کہ انکو زیادہ پیداوار اپنے قرض ادا کرنے کے لئے فروخت کرنا پڑتی ہے، لیکن قرضدارون کو کسیقدر تلافی شرح سود کم ہوجانے سے ہوجاتی ہے، محدود آمدنی والون

اور مزدورون کو بھی قیمت زر بڑہجانے سے فائدہ ہوتا ہے، کیونکہ وہ بھی اپنی آمدنی سے زیادہ تعداد مین اشیاء خرید سکتے ہین، ترقی یافتہ ملک مین جسکی آبادی بڑہتی ہو اور مصارف پیدائش مین بوجہ نئی ایجادون و دیگر اصلاحات کی کمی ہوجاے تو آجر Entrepreneur سرمایہ دار Capitalist استعمال کرنیوالے Consumers اور مزدور سب فائدہ مین رہین گے، مصارف پیدائش کم ہوجانے سے نفع زیادہ ہوگا اسلئے فرقہ آجر کو فائدہ ہوگا، جب فائدہ ہوگا تو لوگون کو نئے کارخانہ قائم کرنیکی ترغیب ہوگی، اسوجہ سے سرمایہ کی زیادہ مانگ ہوگی، اور شرح سود بڑہجائیگی، اس طرح سرمایہ دارون کو فائدہ ہوگا، پیدا کرنیوالون مین باہم مقابلہ ہوگا، اسلئے قیمت اشیاء کم کرینگے، اس طرح استعمال کرنے والون کو فائدہ ہوگا، جب کارخانے زیادہ ہونگے تو مزدورون کی طلب زیادہ ہوگی اسلئے انکی مزدوری بڑہجائیگی،

قیمت زر بڑہنے یعنی روپیہ کی قوت خرید زیادہ ہونے سے بہت خراب نتائج پیدا ہونگے اگر اس سے پیدائش مین کمی ہو اور بیکاری بڑہجائے تو اس حالت مین آجر، سرمایہ دار اور مزدورون کو نقصان ہوگا،

جب قیمت زر گھٹتی ہے اور ثمن اشیاء بڑہتی ہے تو قرضدارون کو فائدہ ہوتا ہے اور قرضخواہون کو نقصان ہوتا ہے، اس حالت مین بھی قرضخواہون کو وہی تعداد زر واپس ملتی ہے جو وہ قرض دیتے ہین، مگر روپیہ کی قوت خرید کم ہوجانیکی وجہ سے وہ اسقدر اشیاء نہین خرید سکتے ہین جسقدر کہ پہلے خرید سکتے تھے، قرضدارون کو ادائگی قرض کے لئے کم اشیاء فروخت کرنا پڑتی ہین اسلئے انکو فائدہ ہوتا ہے، قرضخواہون کی بھی کسیقدر تلافی شرح سود بڑہجانے سے ہوجاتی ہے، قیمت اشیاء بڑہجانے سے کاروبار کرنے والون کو نفع ہوتا ہے، اسلئے دوسرون کو بھی ترغیب ہوتی ہے،

مصارف پیدائش اسقدر نہین بڑہتے ہین جسقدر ثمن اشیاء بڑہتی ہے، اسلئے پیدا کرنے والون کو بھی نفع ہوتا ہے، پروفیسر ایلی (Proff: Ely) کے نزدیک ثمن اشیاء بڑہجانی سے لوگون کو پیدائش کے نئے طریقے آزمانے کا موقع ملتا ہے، اور نظام صنعت و حرفت و روایات و رسم و رواج کی پابندی سے اس حالت مین آزاد ہوجاتا ہے، ثمن اشیاء بڑہنے کا بہت بڑا نقص یہ ہے کہ جب قیمت اشیاء بڑہتی ہے تو پیدا کرنے والون کو نفع ہوتا ہے جسکی وجہ سے جوا شروع ہوجاتا ہے، ناتجربہ کار اشخاص کو بھی کارخانہ جاری کرنیکا سودا ہوجاتا ہے اور اکثر وہ قرض لیکر جو بآسانی ملجاتا ہے، کارخانہ جاری کردیتے ہین، یہ کارخانہ اکثر اچھے کاریگرون کے (مزدوری) کے نہ ملنے اور کثرت پیدائش ہوجانیکی وجہ سے ٹوٹ جاتے ہین نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کاروبار مین نازک حالت پیدا ہوجاتی ہے جس سے ملک پر نہایت خراب اثرات پڑتے ہین، محدود آمدنی والون کو بھی نقصان ہوتا ہے، قیمت زر چونکہ گھٹ جاتی ہے، اسلئے وہ اسقدر اشیاء نہین خرید سکتے ہین جسقدر کہ پہلے خرید سکتے تھے، اشیاء استعمال کرنیوالون کو بھی قیمت بڑہجانے سے نقصان ہوتا ہے، مزدوری پیشہ لوگ بہت خسارہ مین رہتے ہین چونکہ مزدوری ثمن اشیاء کی بڑہنے کے تناسب سے نہین بڑہتی ہے، وہ ضروریات زندگی نہین خرید سکتے ہین اسلئے ان مین شورش پیدا ہوجاتی ہے جسکے نتائج بہت خراب ہوتے ہین،

قیمت زر کی کمی بیشی کے نتائج جو ہم نے لکھے ہین، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسمین خوبیان بھی ہین اور نقائص بھی ہین، بعض اصحاب کمی کو اچھا سمجھتے ہین اور بعض بیشی کو، لیکن اعتدال کی صورت سب سے زیادہ اچھی ہے، یعنی قیمت زر نہ بہت زیادہ نہ بہت کم بلکہ یکسان حالت مین رہے،

ایرانی تمدّن

(از مولوی محمد سعید صاحب انصاری رفیق دار المصنفین)

ایران نہایت قدیم ملک ہی لیکن اسکے حالات بہت کم معلوم ہین،

الٰہیات قدمار ایران، دوسرے آریون کی طرح قواے فطرت اور میترا (آفتاب) کی پرستش کرتے تھے، لیکن حکیم زرتشتر (زردشت) نے ایک جدید مذہب نکالا، جو مجوسیت کے نام سے تمام عالم مین مشہور ہے، اس نے کائنات کی اصل دو چیزون کو قرار دیا، اہرمزد جسکو نور اور اچھائی کا دیوتا کہتے ہین، اور اہرمن جسکو انگرامینو، دیو اور برائی کا دیوتا کہتے ہین، مجوسی اہرمزد کو خبیر، خالق، منور، عظیم، رحیم، کامل، ذکی، جمیل، اور طاہر مانتے ہین، اور اسکی طرف اچھی چیزون کو منسوب کرتے ہین، مثلاً آفتاب، نور، ستارے، زندگی، طہارت، عمل، حقیقت، اخلاق، شراب، پانی، اناج، سایہ دار درخت، پالتو جانور، مرغ، کتا اور روشنی مین رہنے والے پرندے اس نے پیدا کئے ہین اسکا ایک لشکر ہے جسمین ملائکہ طیبین (یازاستا) داخل ہین،

اہرمین یا انگرامینو (روح عذاب) کو رب الشر سمجھتے ہین اور اسکی طرف تمام بری چیزون کی خلقت کو منسوب کرتے ہین، مثلاً رات، سردی، میدان، زہریلی نباتات، موت، کسل، جھوٹ، گندگی، سانپ، بچھو، مینڈک، چوہے، چیونٹی، درندے، مچھر، مکھی، پسّو وغیرہ، اسکے لشکر مین شیاطین (دیو) کو مانتے ہین،

اہرمزد اور اہرمن مین ہمیشہ جنگ رہتی ہے، اور آخری زمانہ تک جسکی میعاد ۱۲۰۰۰ برس ہے، یہی حالت رہیگی، پھر اہرمزد غالب آجائیگا، یہ ژند و پاژند و اوستا کی روایت ہے، اور کتابون سے معلوم ہوتا ہے کہ مجوسی آفتاب و ماہتاب کی پرستش کرتے ہین[1]، اور ۵ چیزون کو

[1] کنز العلوم صفحہ ۸۹،

قدیم مانتے ہین جو حسب ذیل ہین، خدا، شیطان، ہیولیٰ، زمان، مکان[1]، اور وہ انبیاء کے بھی قائل ہین[2]،

رب الخیر کی پرستش کرتے ہین، لیکن ہیکل، عبادتگاہ یا مذبح نہین بناتے اور اسکو کفران نعمت سمجھتے ہین، کیونکہ انکا یونانیون کی طرح یہ عقیدہ نہین ہے کہ خدا انسانون کی طرح کوئی صورت رکھتا ہے، ہیروڈوٹس کے قول کے مطابق مجوسی جھوٹ کو باعث ننگ سمجھتے ہین، قرض کو اسلئے برا سمجھتے ہین کہ قرضدار کو ضرورتاً جھوٹ بولنا پڑتا ہے، شادی کرنے کا مقصد افزائش نسل سمجھتے ہین جسکی بدولت انسان موت سے جہاد کرنیکے قابل ہوتا ہے، چنانچہ ژند اوستا مین ہے کہ "وہ گھر سب سے برا ہے جو نسل اور اولاد سے محروم ہے"

مرنے کے بعد انسان کا جسم رب الشر کے پاس جاتا ہے اسلئے وہ اپنے مکان سے میت کو بہت جلد خالی کردیتے ہین، وہ مردون کو نہ جلاتے ہین، نہ دفن کرتے ہین اور نہ ڈبوتے ہین، کیونکہ اس سے مکان، زمین، اور دریا ناپاک ہوجاتا ہے، بلکہ اسکو ایک بلند مقام پر رکھکر چلدیتے ہین، جہان کتّے اور شکاری پرندے اگر اسکو نوچ ڈالتے ہین اور وہ بالکل پاک ہوجاتا ہے،

میت کی روح تیسرے دن شینواد (صراط) پر جاتی ہے جو جہنم سے گذرتا ہوا جنت کو گیا ہے، یہان اہرمزد اسکی زندگی کے حالات پوچھتا ہے، اگر اچھی روح ہوتی ہے تو کنتون کی روحین اور پاک روحین اسکا ہاتھ پکڑ کر صراط کو عبور کرادیتی ہین، اور وہ پردوس (فردوس) کو چلا جاتا ہے، اور اگر بُری روح ہوتی ہے تو شیطان اسکو ڈھکیل دیتے ہین، اور وہ جہنم مین گرجاتا ہے جہان روح شر اسکو قعرِ ظلمات مین مقید کردیتی ہے،

مجوسیت کے ایک فرقہ کے نزدیک جسکا نام سیسانیہ ہے، آگ کی پوجا منع ہی، شراب

[1] طبقات الامم صفحہ ۲۶ [2] شہرستانی صفحہ ۸۰، جلد ۳،

حرام ہے، مان، بیٹی، بہائی، محرمات مین ہین، مردہ حرام ہے، اور آفتاب کو ایک گہنٹا ٹیک کر سجدہ مستحسن ہے،[1]

ثنویہ کے نزدیک نور وظلمت قدیم ہین، مانویہ کے نزدیک مال پر عُشر ہے، چار وقت کی نماز فرض ہے، کذب، قتل، سرقہ، زنا، بخل، سحر، بت پرستی ممنوع ہے، انبیاء بنی اسرائیل (حضرت موسیٰ کے سوا) زردشت، پولس اور ہندوستان کے تمام رشی پیغمبر ہین،[2] مرد کیون کے نزدیک ارکان عالم تین ہین، پانی، آگ، زمین، انہین کی آمیزش سے مدبر خیر وشر پیدا ہوئے ہین، مخالفت، بغض، اور لڑائی منع ہے، عورتین سب کے لئے حلال ہین، اور مال مین سب کا حق ہے، دیصانیہ کے نزدیک نور وظلمت کی علحدہ علحدہ جنسین ہین، نور کی سمع، بصر اور حواس ایک ہین، اسکی سمع ہی بصر ہے، بصر ہی سمع ہے، اور بصر ہی حواس ہے، کینویہ اور صیامیہ کے نزدیک آگ کی عبادت ضروری ہے، نکاح اور ذبیحہ حرام ہے، تجرد شرط ہے اور عمدہ کہانے مکروہ ہین،[3]

فلکیات قدیم دستور کے مطابق مسلمانون نے علم الفلک مین اہل فارس کے بہت سے کارنامے بیان کئے ہین اور لکہا ہے کہ انکے حرکاتِ کواکب مین بہت سے مذہب تھے، جنمین سے ایک قدمار کا مذہب ہے، جسکے مطابق ابومعشر نے زیچ کبیر تیار کی ہے،[4] لیکن واقعہ یہ ہے کہ اہل فارس کا کوئی مستقل مذہب نہین ہے، ایران کی سب سے قدیم زیچ "زیگِ شتریار (زیچ شہریار) ہے، لیکن اسکے اکثر اصول وقواعد سوریہ سدہانت سے ماخوذ ہین جو مسیح سے ۵۰۰ برس پہلے ہندوستان مین تصنیف ہوئی تھی، مثال کے طور پر ادوار ہزارات کو لیجیے، اسمین عالم کی مدت ۴ لاکہ ۳۲ ہزار سال بتلائی جاتی ہے۔ اس مدت کے بعد اوساطِ کواکب۔ راس حمل مین جمع

[1] شہرستانی صفحہ ۸۰ [2] ایضاً صفحہ ۸۶، [3] ایضاً صفحہ ۹۱ جلد ۳ [4] طبقات الامم صفحہ ۲۴،

ہوجاتے ہین، لیکن انکے اوجات اور جوزہرات نہین جمع ہوتے،[5] ۴۳ لاکہ ۲۰ ہزار سال ۴ ارب ۳۲ کرور کا ۱۰۰۰، ۱۲ دان حصہ ہے جسکو براہمسپھطسدہانت مین اصل حساب قرار دیا گیا ہے، جس طرح آریہ بہٹ نے آسانی کے لئے کلپ کی میعاد کو چند یگون مین تقسیم کرلیا ہے، اسی طرح ایرانیون نے بہی اسکو ہزارات مین بانٹ لیا ہے، البتہ اوجات اور جوزہرات کے اجتماع مین اُنہون نے اختلاف کیا ہے لیکن اسکی وجہ یہ ہے کہ انہون نے اہل بابل کی تقلید کی ہے، چنانچہ بروسوس بابلی (Berossus) نے جو مسیح سے ۲۷۵ برس پہلے موجود تہا، اس قسم کے بڑے زمانون کے متعلق اپنے بزرگون کا ایک مذہب نقل کیا ہے جو سینیکا لاطینی (Seneca) کی کتاب "سوالات نظری" (Naturales Quaestiones) مین درج ہے، اسکا ماحصل یہ ہے کہ "جب آفتاب، ماہتاب، اور کواکبِ خمسہ متحیرہ، برج جدی مین جمع ہوجاتے ہین تو طوفان آجاتا ہے، اور جب برجِ سرطان مین جمع ہوتے ہین تو آتشزدگی ہوتی ہے"، اسمین اوجات اور جوزہرات کا کوئی ذکر نہین ہے،

اسی طرح زیچ حاکمی مین ابن یونس مصری المتوفی ۳۹۹ھ نے جو یہ نقل کیا ہے کہ "۶۳۲ء مین فارسیون نے رصد سے معلوم کیا تہا کہ اولِ حمل مین اوج شمس کا طول ۸۰ درجہ ہے"۔ وہ کوئی نیا خیال نہین بلکہ زیچ شہریار سے مطابقت رکہتا ہے، جو تقریبًا انہین سنون مین لکہی گئی تہی اور یہ وہ خیال ہے جو خود سوریہ سدہانت مین موجود ہے، اس قسم کی موافقت اور ادوار ہزارات کے اشتمال کو دیکہکر پروفیسر السینیو رکرلو نلینو لکہتے ہین،

ان ذلک الزیج الفارسی مبنی علی القواعد .... والاصول اغلبها هندیة

یہ فارسی زیچ ایسے اصول وقواعد پر مبنی ہے جو زیادہ تر ہندوستان کے ہین،

[5] طبقات الامم صفحہ ۲۵،

ہم اس سے بیخبر نہین ہین کہ تعدیل کو اکب مین ایران کا ایک جدا طریقہ تھا جو ہندوستان اور بابل سے بالکل مختلف تھا[1]، تاہم یہ فروعات ہین اور ہمکو اصول سے بحث ہے،

زیچ شہریار سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایران کے علماے فلک دن کی ابتدا آدہی رات سے کرتے تھے، حالانکہ عموماً فلکی علما، دوپہر سے کرتے ہین، (الآثار الباقیہ للبیرونی صفحہ ۶)

طبیعیات: کیومرثیہ کے نزدیک کائنات ایک انسان (کیومرث) اور ایک حیوان (بیل) سے پیدا ہوئی ہے، اور قدیم آبادی جو یزدان و اہرمن کی صلح سے پہلے تھی فنا ہو گئی ہے[2]، زروانیہ کے نزدیک آسمان ایک ٹھوس چیز ہے، جسکو چیر کر اہرمن اندر گیا تھا۔ (شہرستانی صفحہ ۵۰)

عمرانیات: ڈاکٹر مرزا مہدی خان ایرانی کی تحقیق کے مطابق دارا نے ڈاک کا محکمہ ایجاد کیا، لشکر کے ٹکڑے کئے، ہر صوبہ مین دو حاکم مقرر کئے، ایک کے متعلق شہر کا انتظام اور دوسرے کے متعلق فوج کا اہتمام تھا، یہ دونون ایک دوسرے کے جاسوس ہوتے تھے اور ہر ہفتہ دارا کے پاس ایک رپورٹ بھیجا کرتے تھے،

سوس اور برسوپولیس (اصطخر) مین دارا کے شاہی عمارات کے کچھ آثار باقی ہین، جن سے اس زمانہ کی صنعتی ترقیون کا پتہ چلتا ہے، فارسیون کا طرز عمارت اشوریون سے بہت مشابہ ہے، وہ محل پر پتھر کے شیر بناتے تھے، انھون نے سب سے پہلے رخام کو اینٹون کی جگہ استعمال کیا، منقش لکڑی کی چھتین بنائین اور پتلے ستون ایجاد کئے[3]،

علوم و فنون: طب اور نجوم پر فارسیون نے خاص توجہ کی تہی اور نوشیروان نے جندیسابور (شاہاباد) مین بہت سے طبی مدارس قائم کئے تھے[4]، نجوم کی تحقیقات کیلئے زمانہ قدیم سے رصد خانے قائم تھے تاہم ایرانیون نے نہ صرف نجوم بلکہ تمام علوم مین کوئی خاص ترقی نہین کی بلکہ وہ قدیم ایران، بابل، یونان، روم، سریان اور ہندوستان کے علوم کے صرف مقلد اور محافظ رہے[5]۔

[1] تاریخ الحکما قفطی صفحہ ۱۷۰، [2] شہرستانی صفحہ ۸۴ جلد ۲، [3] تاریخ الحضارۃ صفحہ ۵۰، [4] علم الفلک صفحہ ۱۸۰۔

مترجمات

فلسفۂ امن

موسیو پال رچرڈ ایک فرنچ فلسفی ہین جو تمام دنیا کی سیاحت کر چکے ہین اور قدیم ہندو فلسفہ سے خاص شغف رکھتے ہین، وہ ایک مدت سے ہندوستان کے نامور صوفی و فلسفی اربندو گھوش کی صحبت مین رہتے ہین، ۱۹۱۷ء مین جبکہ جنگ یورپ اپنے شباب پر تھی انہون نے فرنچ زبان مین ایک کتاب شائع کی، جسکا انگریزی ایڈیشن حال مین (To the nation) کے عنوان سے رابندر ناتھ ٹیگور کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہوا ہے، کتاب اردو کے قالب مین بھی مولوی عبدالماجد صاحب کی وساطت سے مع ایک مبسوط و مفصل مقدمۂ مترجم کے اضافہ کے آرہی ہے ذیل مین اسکے مباحث کا خلاصہ جو مسٹر گاندہی نے تیار کیا ہے درج کیا جاتا ہے،

وہ زمانہ آرہا ہے، جبکہ انسان، بھیڑ بکری کی طرح بہ آسانی ذبح ہو جانے سے تنگ آکر اپنے تئین ارباب حق کی رہنمائی مین دیدینگے کہ عدل حقیقی کا یہ فرمان صادر ہو چکا ہے، کائنات کی شکل ایک حلقہ کی ہے، جزا و معاوضہ کا قانون ہر جگہ جاری ہے، ہر فعل اپنے فاعل کے لئے ایک ثمرہ رکھتا ہے، کوئی شے ضائع نہین ہوتی، ہر شے محفوظ و مجتمع ہوتی رہتی ہے، قوت اپنی جانب قوت کی کشش کرتی ہے، جیسے رعد کو رعد سے میل ہوتا ہے، یہی سبب ہے کہ آج یورپ اس آفت مین مبتلا ہے جو خود وہ بارہا دوسرون پر نازل کر چکا ہے، یہانتک کہ آج جو بالکل بیگناہ معلوم ہوتے ہین وہ بھی حقیقۃً ایسے نہین ہین، ہر فریق یہ چاہتا ہے کہ دوسرون کے پنجہ سے مظلومون کو آزاد کرائے لیکن درحقیقت تمام فریق ایک دوسرے کو ہلاک کر کے کل مظلومون کو آزادی دلا رہے ہین۔

بڑی بڑی قومون کی بربادی ضروری تھی، نہ اسلئے کہ دنیا کو فلان فلان ظالم حکومت سے آزادی حاصل ہو، بلکہ اسلئے کہ جو نفسیت دنیا پر غالب تھی، اس سے اُسے نجات دلائے، آج دنیا اس طلسم مین گرفتار ہے کہ ہر فریق اپنے تئین "فاتح" سمجھتا ہے، درآنحالیکہ اس جنگ مین جو ہر فریق کی تباہی و بربادی کے مرادف ہے، "فتح و کامیابی" کے کوئی معنی ہی نہین، ابھی معلوم نہین کتنی فتوحات ہر فریق کو حاصل ہونگی، جب جاکر ہر فریق کی شکست تکمیل کو پہنچ سکیگی، چنانچہ یہ جو فتوحات کامیابیان ہوتی دکھائی دے رہی ہین، یہ وہ نہین جنکی فریق کامیاب کو آرزو تھی بلکہ یہ فریقین کی تباہی و بربادی کے وہ مدارج ہین جنکے بغیر انسانی ترقی ممکن نہ تھی،

خود فریبیون کا طلسم ٹوٹ چکا، صلح جو ہونیوالی ہے، وہ خود غرضانہ توقعات کو پورا نہین کرنے کی، اسلئے کہ یہ دول یورپ کی باہمی جنگ وہ جنگ ہے، جو سب سے بڑی طاقت ان سب کے خلاف کر رہی ہے، ہان اسلئے کہ یہ جنگ کسی نہ کسی صورت مین برابر جاری رہیگی، تاآنکہ جوہر انسانیت کو پامال کرنے والا دیوتا جو اسوقت نظام عالم کو درہم و برہم کرنے مین مشغول ہے، رحم کی التجا کرنے لگے تاآنکہ آئندہ نظام عالم کی عمارت، بجائے باہمی منافرت و عناد کے باہمی معاونت و اتحاد پر قائم ہو، خانہ جنگی کا بازار ابھی تو یورپ ہی مین گرم ہے، لیکن اگر ضرورت باقی رہی تو کوئی دن جاتا ہے کہ یورپ کے ہر ملک مین یہی آگ شعلہ زن ہوگی،

بہترین کا وجود ہمیشہ بدترین سے ہوتا ہے، لیکن بدترین مرتبہ تک ابھی ہم پہنچے کب ہین؟ اسقدر تو بہر حال یقینی ہے کہ اس جنگ کا خاتمہ دوسرے محاربات کی طرح نہین ہوگا، اس جنگ کے خاتمہ کی صرف یہی صورت ہے کہ موجودہ نظامات کی زندگی ختم ہوجائے،

یہ کہنا تو دشوار ہے کہ چھوٹی قومین خود یورپ مین غلامی کی حالت مین ہین، انہین یہ جنگ اتنی جلد آزادی دلادیگی، تاہم یہ یقینی ہے کہ افریقہ و ایشیا کی بڑی بڑی قومون کی رہائی و مخلصی کا

وقت روز بروز قریب آرہا ہے، یہ قومین خواہ باہم کتنی ہی مختلف ہون، تاہم اشتراک مظلومیت نے سب کو یکدل بنا دیا ہے، اب صرف ایک ہی روح ہے جو ان سب کے قالبون مین ہے، یعنی اپنے ماضی کی عظمت اور مستقبل کی حریت کا احساس، جو ان قومون کو اب معلوم ہوجائیگا کہ ضعیف العمر قومون کے ساتھ ظلم و تحقیر، اور شیر خوار قومون کے ساتھ بیدردی و شقاوت کا برتاؤ آئندہ نہین چلسکتا کانگو مین بلجیم کے مظالم کا اعادہ اب نہ ہوگا، بھلا یہ کسی طرح ممکن تھا کہ یورپ کے غلام ساری دنیا مین تو پھیلے ہوئے تھے اور یورپ مین نہوتے! قدیم غلام تھے ہی، جدید غلام خود اسکے وطن مین پیدا ہوگئے، زمانہ کی نیرنگیان دیکھو کہ اس جنگ حریت نے خود یورپ مین ان قومون کو طوق غلامی پہنا دیا جو کل تک آزاد تھین، کل اس صبح سعادت کا طلوع یقینی ہے، جب یہ قدیم و جدید غلام سب آزاد ہونگے، اور یورپ کی کل قومین عام اس سے کہ حاکم ہون یا محکوم، اس بڑے موذی دشمن کو زیر کرچکی ہونگی جس نے اُنکے باطن کو غلام بنا رکھا ہے،

یورپ کے اکثر ممالک مین انقلابات ہونگے، یہ قول ہر زبان پر، اور یہ توقع ہر دماغ مین ہے یورپ کی تلوار کو خود یورپ پر برابر چلتی رہنا چاہیئے، یہانتک کہ وہ ہر قوم کے قلب کے آرپار ہوجائے، اور جو عفریت اسکے اندر سکونت رکھتا ہے وہ ہلاک ہوجائے،

حکومتین بجائے خود وہ امراض نہین جنمین اقوام مبتلا ہین، تاہم ان امراض کا ظہور اور انکی تشکیل حکومتون ہی کے ذریعہ سے ہوتی ہے، حکومتین گویا انکا مجسمہ ہوتی ہین، اور قوم کی آواز حکمرانون ہی کے اعمال کی وساطت سے ظاہر ہوتی ہے، لیکن جب قوم کو تنبہ ہوتا ہے اور وہ تلافی، افات کرنا چاہتی ہے تو عہد سابق کی ہر یادگار کو پامال کرڈالتی ہے، اس انقلاب کے وقت وہ ان بتون کو توڑنے لگتی ہے، جن بیچارون کا کوئی قصور نہین ہوتا، تاہم یہ بت توڑے ضرور جاتے ہین،

اس انتقام کی زد سے حکومتون کے محفوظ رہنے کا طریقہ صرف یہی ہوسکتا ہے کہ وہ خود ہی پیشتر سے

رعایا کی ہم آہنگ ہوجائین، لیکن کیا یورپ کی کوئی حکومت اسکے لئے آمادہ و مستعد ہے؟ ہر حکومت دوسری حکومتون سے جوسازوباز اور تعلقات رکھتی ہے، وہ خود ہی اس راہ مین سب سے زیادہ مانع ہونگی، اسلئے اس باب مین اقوام یورپ ہی کو اقدام کرنا چاہیئے، ورنہ وہ قومین جنہین یورپ اسوقت جانورون کی طرح ہانکتا چلاجارہا ہے، ایک دن یقیناً پلٹ کر خود اسی پر حملہ کردینگی، اور یورپین حکومتون کو پہاڑ کہا ئینگی، ایک روز ان سب مفتوحہ قومون کا قومی خود غرضی کے اس مردار خوار عقاب کے ہلاک کرنے پر متحد و متفق ہوجانا یقینی ہے جو اسوقت انکو اپنا طعمہ بنائے ہوئے ہے،

یہ جنگ درصل ہجوم مادیات کے عقب مین، غیر مادیات کی جنگ ہے، یہ نظارہ بھی قابل دید ہے کہ یورپ کی صدیون کی عظمت و کامرانی کے بعد آج وہان کی قومون کو اپنی ناانصافیون کی قیمت ادا کرنی پڑی ہے، قتل و ہلاکت کی لعنت ان پر برابر مسلط رہیگی، تاآنکہ انکے نفوس مین حیات انسانی کا شرف واحترام پیدا ہو، تاآنکہ وہ ایک جدید فلسفۂ زندگی کو قبول کرین، جب تک اشیار مین تغیر نہوگا اشخاص مین تغیر پیدا کرنا بے نتیجہ ہے، اور جب تک اشخاص مین تغیر نہو محض اشیار کی اصلاح لاحاصل ہے، اصل نکتہ یہ ہے کہ اشیا، واشخاص دونون کی رُوح (اسپرٹ) مین اصلاح ہو، مقصود یہ ہے کہ ہر قوم اپنی روح کے اندر انقلاب پیدا کرے، مدعا یہ ہے کہ کائنات جدید کا احساس ہر نفس مین پیدا ہو،

ہر قوم مین کچھ لوگ ایسے ضرور ہوتے ہین جنکا تعلق کسی مخصوص قوم سے نہین ہوتا بلکہ وہ خدمت خلائق کے لئے پیدا ہوتے ہین، وہ ملک کی خدمت سے بڑھکر انسانیت کی خدمت کو اپنا فرض جانتے ہین، یہی وہ افراد ہین جنکی جانب نوع انسان کی آنکھیں اسوقت لگی ہوئی ہین، یہی وہ افراد ہین جن سے عالم انسانیت کو اپنی مظلومیت کی دادرسی کی توقع ہے، ان اشخاص کا فرض ہے کہ اب اُٹھین اور دنیا مین عدل وانصاف کی منادی کردین،

اخلاق کا قانون، افراد واقوام دونون کے لئے ایک ہی ہے، ہر قوم کو اپنے تئین اسی ضابطہ اخلاق کا پابند سمجھنا چاہیئے جسکی پابندی وہ افراد پر عاید کرتی ہے، جس فعل کا ارتکاب ایک فرد کیلئے جرم ہے، اسکا ارتکاب قوم کے لئے بھی جرم قرار پانا چاہیئے، اگر فرد کے لئے ضعیف و کمزور پر ہاتھ اٹھانا، اور اسکی تذلیل کرنا جرم ہے تو ملک وقوم کے لئے بھی یہ افعال جرائم ہین،

سچا محب وطن وہ ہے جو ان افعال کے سایہ سے بھی بھاگتا ہے جو دوسرون مین فخاری وتعلی کے جذبات پیدا کردیتے ہین، سچا وطن پرست وہ ہے جو وطن کے لئے ناجائز ذرایع سے حاصل کی ہوئی دولت پر ماتم کرتا ہے، اسلئے ان طریقون سے ایک حقیقی محب وطن کے دل مین وطن کی دولت و عظمت کا نہین بلکہ افلاس ونا داری کا نقش بیٹھتا جاتا ہے، اور اسکی نظر مین وطن کی یہ صورت پھرنے لگتی ہے کہ وہ حقیقتہً حسن ولباس سے بالکل معرّیٰ ہے، اور اسکے بجائے بداخلاقی وبدکرداری کے ملبوسات زیب تن کئے ہوئے ہے،

فرد وقوم کی حقیقی عظمت کا معیار یہ امر ہے کہ اسکا نصب العین کتنا بلند ہے، اور اسکے مطابق اسکا عمل کس حد تک ہے، عمل کی شرط لازمی ہے، اسلئے کہ نصب العین عموماً عملی زندگی کے بالکل مخالف رکھا جاتا ہے، خود وہ دنیا جو اسوقت فنا ہورہی ہے، اسکا نصب العین کیا تہا؟ جہانتک زبان والفاظ کا تعلق ہے، اس سے بہتر و بلند تر نصب العین شاید کسی کو نہ نصیب ہوا ہو، یعنی حریت عدل، سائنس، ترقی، تمدن، وقس علی ہذا۔ لیکن اگر عملی حیثیت سے نظر کیجئے تو اس سے عمیق تر قعر مذلت کی نظیر بہی نہ ملیگی۔

ابتک قومون کا نصب العین "اقتدار" رہا ہے، اور وہ بہی مادی، ہر شئے جب تک شمار وعدد مین نہ آسکتی ہو کسی شمار وقطار مین نہ تہی، تلقین وتعلیم کا ماحصل یہ تہا کہ "حاصل کرد اور تسخیر کرد" دنیا نچہ اس نظام عمل پر پوری طرح عمل بہی ہوتا رہا، یہانتک کہ روئے زمین کو انہون نے باہم

تقسیم کرلیا، اس سے زیادہ اور کیا چاہیئے تھا،

وہ دنیا جو اسوقت فنا ہو رہی ہے، اس نے کائنات مادی پر پورا تسلط و تصرف کرلیا تھا یہاں تک مضائقہ نہ تھا، لیکن چونکہ اس نے اپنی زندگی تمامتر مادیات مین محدود رکھی، بالآخر مادہ سے ٹکرا کر پارہ پارہ ہو رہی ہے،

قومی عظمت کا صحیح معیار رقبہ نہین ہے، حقیقی عظمت قابل پیمائش شے نہین، ہر قوم کا نصب العین بیشک نمو اور پھیلاؤ ہونا چاہیئے، مگر وہ پھیلاؤ سطح ارض کے طول و عرض کا نہین، بلکہ اپنی قد و قامت کی بلندی کا، سب سے زیادہ معزز ملک وہ ہے جسمین انسانیت اپنے منتہاے بالیدگی پر پہنچ چکی ہوتی ہے،

قوم متمول وہ ہے جس نے کوئی جدید شاہراہِ ترقی دریافت کی ہے، جس نے کوئی اعلا اصول حیات پیش کیا ہے، قوم کی شوکت و اقتدار کا اصلی معیار صرف یہ ہے کہ اُس نے دنیا مین روشنی کہانتک پھیلائی، قوم صرف اسی وقت زندہ رہ سکتی ہے، جب تک وہ نوع انسان کی خدمت کرتی رہتی ہے، اور جونہی وہ اپنی خدمتگزاری سے دستکش ہونے لگتی ہے، وہ قوت جسکے بل پر اسکی زندگی قائم تھی اس سے منفک ہو جاتی ہے، اسی وقت سے قوم بھی گرنے لگتی ہے، تاآنکہ اسکا نام و نشان تک مٹ جاتا ہے، اسلئے کہ اب اسکا وجود، انسانیت کے حق مین غیر مفید رہجاتا ہے،

روے ارض جو (تنّا) سو ملکون مین تقسیم ہے، حقیقۃً یہ سو مختلف ممالک نہین، بلکہ ایک ملک ارض کے سو صوبے ہین، اور سو قومین جو ان مین آباد ہین وہ نسل انسانی کے سو خاندان ہین، لیکن کوئی قوم اس رشتہ کو نہین تسلیم کرتی، ہر قوم اپنا مستقل بالذات وجود سمجھتی ہے، اور اکثر ایک دوسرے کے وجود سے بالکل بے التفات رہتی ہین، اور انکو کبھی آپس مین مل جل کر رہنے کا

خیال تک نہین آتا۔

لیکن چند قومین ایسی بھی ہین جو دوسرون کے وجود سے بیخبر نہین، بلکہ جو دوسرون کی کافی خبر رکھتی ہین، ان قومون کی خود غرضی جامد و ساکن نہین، انکو تمام دنیا کی خبر رہتی ہے، اسلئے کہ انکے اغراض سب سے وابستہ ہین، یہ قومین بیشک جماعت بنا کر رہتی ہین، مگر ایسی جماعت جو صرف "دول عظمیٰ" سے مرکب ہوتی ہے، انکے نزدیک "ترقی" کا مفہوم یہ ہے کہ انہین اپنے اعمال حرص و ہوس مین کامیابی ہوتی رہے،

انکی اصطلاح مین بربریت و وحشت کا اطلاق اس حالت مین ہوتا ہے، جبکہ اسلحہ جدید ترین طرز کے ہون، اور تمدن کی اصلی شناخت یہ ہے کہ اسلحہ کی طاقت سے امن قائم رہے، لیکن اگر کمزورون پر جنگ ہوتی ہے تو کچھ مضائقہ نہین، اور سب سے بڑھکر یہ کہ روز بروز زیادہ مہلک و برباد کن آلات تیار ہوتے رہتے ہین،

دنیا کے ہر میدان جنگ مین غالب یا مغلوب کی حیثیت سے انھون نے اپنی مشترک زندگی اور مشترک موت کا ثبوت دیا ہے، اور اپنا خون بہا بہا کر ایک ناخوشگوار حلقۂ اخوت قائم کیا ہے، لیکن بالآخر ایک روز یہ خود باہمی منافرت سے نفرت کرنے لگین گے،

جو درجہ قوم مین فرد کا ہوتا ہے وہی قوم کا نوع انسانی مین ہونا چاہیئے، فرد کی طرح ہر قوم کے جیسے فرائض ہین ویسے ہی حقوق بھی ہین، وقت آگیا ہے کہ افراد کے لئے جن فطری حقوق کے منادی کرنے کا شرف اولیت فرانس کو حاصل ہے، یعنی حریت، مساوات و اخوت، انہین حقوق کی اشاعت باشندگانِ ارض کے لئے بھی کیجائے، ہر قوم کو خواہ بڑی ہو یا چھوٹی، اپنی زندگی اور اپنی بالیدگی کے لئے پوری آزادی ملنا چاہیئے، کہ ہر قوم اپنے مذاق و مزاج کے مطابق اپنا نشو و نما کرسکے، حق کے سامنے تمام اقوام مساوی ہین، پس نوع انسان کے پارلیمنٹ مین چند منتخب اقوام کی مخصوص

مداخلت کا کوئی حق نہین، بلکہ اسپر تمام اقوام کا یکسان حق ہے، تمام اقوام ایک دوسرے کے بھائی بہن ہین، اور سب کے سب مادر گیتی کی اولاد ہین، وہ دن دور نہین جب ہر شخص روے زمین کے تمام ممالک کو اپنا وطن سمجھنے لگیگا، اور جس ملک مین قدم رکھیگا اسے خاندان انسانی کا مسکن پائیگا۔

کیا یہ نصب العین ضرورت سے زاید بلند ہے؟ کیا اسپر عملدرآمد کی توقع موہوم ہے؟ کیا اقوام سے یہ توقع رکھنا موہوم ہے کہ وہ متمدن اقوام بن کر رہین، متمدن افراد کے اصول اخلاق پر عامل رہین، اور اس طرح شقاوت و بربریت کا جو اجوان سب کے لئے بار گردن ہو رہا ہی اس سے ایک دوسرے کو نجات دلائین،

اگر حریت، مساوات و اخوت کا سررشتۂ اصول قابل قبول نہین، تو اقوام موجودہ کے لئے مستقبل مین بجز جنگ، بربادی اور غلامی کے کوئی حصہ نہین، انکا اختیار ہے کہ وہ خواہ جنگ اور قتل کی آہنی زنجیرون مین بندھا ہوا اتحاد قبول کرین یا امن و آشتی کے آزادانہ برکات اتحاد سے فائدہ اُٹھائین،

امن و صلح، من و سلوی کی طرح آسمان سے اُترنے والی چیز نہین، یہ انسانیت کا معلول و ثمرہ ہے لیکن خود انسانیت سے ابھی تک قلب انسانی نا آشنا تھا، امن کبھی قوت اور زبردستی کی بنا پر نہین پیدا ہو سکتا، جس طرح لینیت و ملاطفت کی تخلیق کبھی ظلم و جبر سے نہین ہو سکتی، پس جنگ کی قوت سے قیام امن ناممکن ہے، لیکن ساتھ ہی دوسری طرف فرقۂ مخالفین جنگ کی کمزوریان بھی قیام امن مین بے بس ہین، اس فرقہ کی کوششین باوجود اسقدر امید افزا دعادی کے جتنی اُنکی ناکام رہی ہین شاید پہلے کبھی نہین رہین، امن کا مندر تعمیر کیا گیا، لیکن اسی وقت سے دنیا کی ہولناک ترین جنگ شروع ہو گئی، لیکن آخر اس یورپین کوشش انسداد جنگ کی ناکامی کا

سبب؟ سبب صرف یہ ہے کہ اسکا دائرہ صرف یورپ تک محدود رکھا گیا، اس کوشش کا مقصد یہ نہ تھا کہ ساری دنیا، ساری دنیا کے ساتھ مصالحت رکھے بلکہ محض یہ خود غرضانہ خیال کہ ہم خود صلح و امن سے بسر کر سکین، اس وہم باطل کے لئے ناکامی یقینی تھی، قیام امن کی کوشش خارجی ذرایع سے کیگئی، حالانکہ صلح و امن کسی خارجی علت کے معلول نہین ہو سکتے، اسکی بنیادین خود نفس انسانی کے اندر ہین، جنگ کی آفرینش نفس انسانی کے اندر ہوتی ہے، جب وہ انسانیت کی تحقیر کرنے لگتا ہے، امن کی آفرینش بھی نفس انسانی کے اندر ہی ہو سکتی ہے،

قتل و خونریزی کو ہر حالت مین اور ہر موقع پر حرام قرار دیدینا چاہئے، یہی ایک صورت دنیا سے خاتمۂ جنگ کی ہو سکتی ہے . . . .

کوئی شخص اسوقت تک انسان نہین کہا جا سکتا جب تک اسمین انسانیت کی روح نہ موجود ہو، یہ انسانیت محض ایک مجرد تصور نہین بلکہ ایک زندہ ہستی ہے، جسکا ایک زندہ جسم ہے اور جسکے اعضا و جوارح اقوام عالم ہین،

وقت آگیا ہے کہ اس زندہ جسم کے لئے سوچنے والے دماغ کی آفرینش کیجائے، اور اسکے لئے ضرورت ہے کہ ہر قوم کے ارباب فکر یکجا ہون . . . . .

تلخیص و تبصرہ

مسیحی دنیا کا ایک عجیب عقیدہ

افسانہ و اساطیر ہر قوم کے خمیر مین داخل ہوتے ہین، اور قصص الانبیا، و عجائب القصص کا وجود مشرق کے لئے مخصوص نہین، بلکہ "روشن خیال" مغربی اقوام مین بھی عوام کا سرمایۂ ذوق اسی قسم کے مذہبی افسانے ہین،

اس نوعیت کی ایک روایت جسپر صدیون تک یورپ کے اعلیٰ علقون کا ایمان رہا، اور آج بھی عام مذہبی طبقون مین شایع ہے، اسے ایک یورپین مضمون نگار مسٹر ہنری ادرم نے رسالہ تھیاسوفسٹ کے دسمبر نمبر مین مختلف طریقون سے نقل کیا ہے،

سب سے زیادہ مشہور صورت روایت مذکور کی یہ ہے کہ جب حضرت مسیح کو سولی کا حکم سنایا جا چکا تو یہ خبر سن کر ایک یہودی موچی نے جسکا مکان راستہ ہی مین پڑتا تھا، یہ خیال کیا کہ مسیح اسکے مکان کے سامنے سے گذرینگے، اس خیال سے وہ جھٹ پٹ مکان دوڑ آیا اور اپنی بیوی اور بچہ کو لیکر دروازہ پر کھڑا ہو گیا تا کہ اس "خادع و مکار" کی شکل دیکھے، حضرت مسیح جب وزنی صلیب سے گرانبار کشان کشان ادہر گذرے تو ذرا دم لینے کے لئے اس موچی کے مکان کے سامنے کھڑے ہو گئے، مگر اس یہودی نے جسکا نام اہسورلیس تھا، فرط تعصب و بغض سے اور نیز اپنے ہمجنسون مین ناموری حاصل کرنے کے خیال سے فوراً للکار کر کہا کہ اپنی راہ لو، یہان کھڑے ہونے کا کام نہین" اسپر حضرت مسیح نے اسکی طرف دیکھکر کہا کہ "مین کھڑے ہو کر دم لونگا، لیکن تیرے نصیب مین قیامت تک گروش رہیگی"، ان الفاظ کے ادا ہوتے ہی یہودی معاً بچہ کو اپنی گود

اتار کر حضرت مسیح کے پیچھے ہو لیا اور انکے مصلوب ہونے کا پورا نظارہ دیکھتا رہا، اسکے بعد بجائے اسکے کہ اپنے گھر مین اپنے اہل و عیال کے پاس واپس آتا، اسکو یہ دُہن سوار ہوئی کہ بلاد غیر کی خاک نوردی کرنا چاہیئے، چنانچہ اسوقت سے لیکر آج تک وہ برابر گروش مین مصروف ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی اسے سکون و آرام نصیب نہین،

دوسری روایت مین یون مذکور ہے کہ اس واقعہ کے وقت اسکی عمر ۳۰ سال کی تھی اسکے بعد سے جب اسکی عمر سو سال تک پہنچ جاتی ہے تو پھر از سر نو اسکی زندگی شروع ہوتی ہے، اور یہ دور و تسلسل برابر قائم رہتا ہے،

اس شخص کا وجود محض موہوم و مفروض نہین بلکہ یورپ کے بعض ثقاۃ نے اس سے اپنی ملاقات کا حال بھی بیان کیا ہے، پہلی بار انکا ظہور شاید سنہ ۱۲۰۰ء مین ہوا تھا، پھر سنہ ۱۵۰۵ء ہوا اور اسکے بعد اٹھارہوین صدی کے آغاز تک برابر انکا ذکر آتا رہتا ہے، سنہ ۱۵۴۷ء کے موسم سرما کا ذکر ہے کہ ایک اتوار کو جسوقت پادری آئیزن گرجا مین وعظ کہہ رہے تھے، انھون نے دیکھا کہ ایک طویل القامت شخص جسکے بال شانون تک لٹک رہے تھے، برہنہ پا نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ دوران وعظ مین برابر کھڑا رہا، اور حضرت مسیح کا نام جب کبھی آیا وہ اپنی گردن انتہائی عقیدت و احترام سے برابر خم کرتا رہا، خاتمہ وعظ کے بعد استفسار حال پر اس نے اپنے تئین یہودی، اپنا نام اہسورلیس اپنا پیشہ کفش دوزی، اپنا وطن یروشلم بتایا، اور حضرت مسیح کے مصلوب ہونے کے وقت اپنا موجود ہونا بیان کیا، اور اپنی گفتگو مین اس نے بیسیون تاریخی واقعات بیان کئے۔

اسی طرح اٹھارہوین صدی کے آغاز مین پھر اس شخص کا ظہور ہوا، اور ابکی لندن مین ہوا، علما نے اس مرتبہ اس سے بے اعتنائی کی، لیکن عوام کی گرویدگی برابر بڑہتی رہی اور کیونکر نہ بڑہتی، درآنحالیکہ حضرت مسیح کے مصلوب ہونے کی جزئی کیفیات، اور حواریون کے شکل و شمائل

وضع ولباس وغیرہ کے جزئیات چشمدید بیان کرتا تھا، ساتھ ہی مختلف زبانون اور غیر ممالک سے پوری ذاتی واقفیت رکھتا تھا، چنانچہ آکسفورڈ وکیمبرج کے اساتذہ جب اسکی زباندانی وصحتِ معلومات کا امتحان لینے آئے تو اسکی ذاتی واقفیت سے خود دنگ رہ گئے،

غرض مسیحی دنیا کے عام عقیدہ کے مطابق یہ شخص دو ہزار سال سے زندہ ہے اور قیامت تک دائمی گردش کے ساتھ زندہ رہیگا، تمام دنیا مین اسی طرح برابر چکر لگاتا رہیگا اور اطمینان و آرام کی ایک گھڑی بھی اسے نصیب ہنوگی۔

علم الاساطیر کے محققین کا دعوی ہے کہ کوئی افسانہ سرے سے بے بنیاد نہین ہوتا، معلوم نہین اس افسانہ مین واقعیت کا حصہ کس حد تک شامل ہے۔

اعلیٰ تعلیم اور طریق املا

طلبہ کو املا، یا لکچر دینے کا طریقہ ابتداسے موجود ہے، اور اب تو اعلیٰ تعلیم کا ایک غیر منفک جزو بنگیا ہے، یونیورسیٹیون اور کالجون مین بجز سائنس کے عملی حصون کے تقریباً ساری تعلیم اسی طریقہ پر دیجاتی ہے، حال مین "ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ" نے "لکچرون کے مقصد" کے زیر عنوان ایک پرمغز مضمون مین اس عام طریقہ پر نظر انتقاد ڈالی ہے،

وہ لکھتا ہے کہ بیشتر لکچر ایسے ہوتے ہین جو بجز اسکے کہ لکچر دینے والے کے لئے وسیلۂ معاش ہین اور کسی کے لئے مفید نہین ہوتے، ان غیر مفید و بیہودہ لکچرون کی دو قسمین ہین،

پہلی قسم مین وہ لکچر داخل ہین جبکہ سامعین کو بجائے لکچر سننے کے اسی مسئلہ سے متعلق کتاب دیکھ لینے سے زیادہ معلومات حاصل ہو سکتے ہون، ایسے لکچر وہ اساتذہ دیتے رہتے ہین جو ممکن ہے کہ اپنے فن مین کامل ہون، لیکن لکچر دینے کے فن سے ناواقف ہوتے ہین اور اس مخصوص فن کے سیکھنے مین

اپنی کسر شان سمجھتے ہین، یہ لوگ گھرے مضامین کی صورت مین لکچر لکھکر لاتے ہین اور طلبہ کے سامنے کتاب کی طرح انہین بھی پڑھ دیتے ہین، اس قسم کے ناقص لکچرون کی مثالین موجودہ یونیورسیٹیون مین بکثرت ملتی ہین، اور انکے جاری رہنے کا سبب صرف یہ ہے کہ انکا دستور مدت سے چلا آتا ہے اور کبھی انکے حسن و قبح پر غور نہین کیا گیا،

دوسری قسم مین ان لکچر دینے والون کے لکچر داخل ہین جو مسائل فن سے ناواقف ہوتے ہین اور جنکی ساری کائنات اتنی ہوتی ہے کہ وہ سامعین مین دلچسپی پیدا کرنے کے چند گر جانتے ہوتے ہین، لکچرون کو دلچسپ بنانے کا سامان یہ لوگ کبھی تصاویر کو بناتے ہین اور کبھی میجک لینٹرن (فانوس طلسمی) کو، لیکن ایسے لکچرون مین تضیع وقت کرنے سے یہ بدرجہا بہتر بلکہ اور زیادہ پرلطف ہے کہ انسان اپنا وقت بائسکوپ دیکھنے مین صرف کرے،

لکچر دینے والے کے لئے لازمی ہے کہ خصوصیات ذیل کا جامع ہو:-

(۱) مسائل فن پر اسے عبور کامل ہونا چاہیئے، اسکے معلومات کم از کم اتنے تو ہون کہ جو کچھ وہ لکچر مین بیان کرتا ہے اسکا دس گنا اسکے دماغ مین محفوظ ہو، جن لوگون کی کائنات کل اتنی ہوتی ہے کہ جو کچھ وہ لکچرون مین بیان کر دیتے ہین، اس سے زیادہ خود انکے ذہن مین بھی نہین ہوتا وہ قطعاً اس منصب کی اہلیت نہین رکھتے،

(۲) اسے لکچر دینے کے اصول و طریقہ سے واقف ہونا چاہیئے، ایک کامیاب لکچرر کے لئے محض وسعت نظر و کمال فن کافی نہین بلکہ اسکے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ وہ سامعین مین موضوع سے متعلق ذوق بھی پیدا کر سکے، بے شبہہ استاد کا یہ فرض نہین ہوتا کہ وہ لکچر کو سامعین کے لئے سامان تفریح و تفنن طبع بنانے کی کوشش کرے، تاہم اسکا یہ فرض ضرور ہے کہ وہ لکچر کو اس خوش اسلوبی سے دے کر سامعین کے دلون مین مسائل متعلقہ سے مزید تحقیقات وحصول معلومات کا شوق پیدا ہو جائے

آخر مین ٹائمز لکھتا ہے کہ

"ایک لکچر کے مقابلہ مین لکچرون کا سلسلہ بدرجہا مفید تر ہوتا ہے اور بہترین صورت یہ ہوتی ہے کہ لکچر ختم ہونے کے بعد حاضرین مزید سوالات کرین اور انکے شکوک رفع کیے جائین، اس طریقہ سے استاد و تلامذہ دونون ایک دوسرے سے مانوس اور مزاج شناس ہوجائین گے نیز اس طریقہ سے تحصیل علم ایک خوشگوار محنت بنجائیگی، سب سے بڑھکر یہ کہ اس ذریعہ سے خود لکچرر کو اسکا اندازہ ہوتا رہیگا کہ اسکے معلومات کن حیثیات سے ناقص ہین اور کہان کہان مزید وضاحت خیال کی ضرورت ہے، اور یون روز بروز وہ اپنے فن مین ترقی کرتا رہیگا، اسمین مستفید و مستفاد دونون کی حیثیات جمع رہین گی اور اسکا کام کبھی خشک و بیمزہ ہوگا، لیکن مقدم شرط یہی ہے کہ وہ لکچر دینے کے اصول اور مسائل فن دونون پر عبور رکھتا ہو"

ٹائمز نے نااہل لکچر دینے والون کی مثال مین آکسفرڈ و کیمبرج یونیورسٹی کے اساتذہ کو پیش کیا ہے لیکن وہان سے کہین زیادہ موزون اور کثیر التعداد مثالین ہندوستان کی تعلیم گاہون مین مل سکتی ہین،

اخبار علمیہ

اسوقت شہر لندن کے ابتدائی مدارس مین تقریباً بارہ سو طلبہ ایسے ہین جنکی زبان مین لکنت ہے اور ظاہر ہے کہ امتحانات مین کامیاب ہونے کے بعد بھی ملازمت وغیرہ کے ہر شعبہ مین بمقابلہ ان مریض طلبہ کے ان امیدوارون کو ترجیح دیجاتی ہے جنکی زبانین صاف ہوتی ہین، حال مین لندن کے خدامان تعلیم کی توجہ انکی اس فطری بدقسمتی کی جانب مبذول ہوئی ہے، اور انھون نے اس غرض کے لئے حدود شہر لندن کے مختلف حصون مین مخصوص مدارس (اسپشل کلاسز) قائم کیے ہین، ان مدارس مین آمد و رفت کے مصارف ان طلبہ کو سرکار سے عطا ہونگے، اور وہان مرض لکنت کا خاص اہتمام سے علاج کیا جائیگا، تاکہ اگر شفاء کامل نہ حاصل ہوسکے تو کم از کم نمایان افاقہ تو یقیناً ہوجائے اور یہ ہونہار طلبہ میدان مقابلہ مین اپنے خوش قسمت رفقاء سے زیادہ پیچھے نہ رہ سکین،

ابتک مادی اجسام سے جسقدر بھی کام لیا جاتا تہا وہ انکے مکسرات کے ذریعہ سے لیا جاتا تہا مثلاً آگ روشن کرنے کے معنی یہ ہوتے تھے کہ کوئلہ کے مکسرات (Molecules) مین ایک خاص درجہ کا انتشار پیدا کردیا گیا، مکسرات کے علاوہ سالمات (Atoms) سے ابتک نہ کوئی کام لیا گیا اور نہ کسی قسم کے کام کی قابلیت ان مین سمجھی جاتی تھی، لیکن حال مین یہ ثابت ہوچکا ہے کہ یہ سالمات، جنھین ابتک ناقابل تجزی سمجھا جاتا تہا اور اسی بنا پر انکا نام سالمات پڑا تہا، بجائے خود بیشمار ذرات کہربائی (Electrons) کا مجموعہ ہوتے ہین، اور اس لحاظ سے ہر سالمہ گویا غیر محدود برقی قوت کا خزانہ ہوتا ہے، اب علماء سائنس اس فکر مین ہین کہ سالمات سے دنیا کے

جہات عمل مین کام لینا چاہیئے، چنانچہ خیال یہ ہے کہ چند سال کے بعد ریلوے انجن، جہاز وطیارہ سب کی حرکت ایک ایک سالمہ کے اشارہ پر ہونے لگیگی، قوت سالمی کے انہین عجائب وغرائب کو پیش نظر رکھکر مشہور سائنس دان ناول نویس، ایچ، جی، ویلز نے افسانہ کی صورت مین یہ پیشنگوئی کی ہے کہ ۱۹۳۵ء تک ایسے حیرت انگیز آلات وسامان حرب اسی سالمی قوت کے ذریعہ سے طیار ہونے لگین گے، جنکے سامنے موجودہ ایجادات جنگ بالکل بے حقیقت ہوجائین گے، اسوقت گذشتہ جنگ سے کہین زاید ہولناک ایک محشر کشت وخون، قتل وہلاکت برپا ہوگا، اور انسان سطح ارض کو اپنی ہوس ملک گیری اور جذبات طمع کے لئے ناکافی پاکر اجرام فلکی کی جانب بلند پروازی کریگا، اور اسی صدی کے خاتمہ تک کیا عجب ہے کہ کرۂ ارض اور باشندگان مریخ وغیرہ سے وہ مہیب وہولناک جنگ چھڑ جائے جسکے شدائد اسوقت ہمارے وہم اور تصور سے بھی بالاتر ہین،

کئی سال ہوئے ایک جرمنی ماہر امراض چشم کون نے یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ قصر النظر (مایوپیا) یعنی وہ مرض جسمین انسان کو صرف قریب کی اشیاء نظر آتی ہین اور فاصلہ کی چیزین دھندلی معلوم ہوتی ہین، زیادہ تر اسکولون کی تعلیم کا نتیجہ ہوتا ہے، جہان طلبہ کو اکثر اوقات اپنی نظر قریب ہی کی چیزون پر جمائے رکھنا ہوتی ہے، اور اس طرح بالآخر ضعف بصر راسخ ہوجاتا ہے، ڈاکٹر کون کا یہ نظریہ تمام یورپ مین مقبول وشائع ہوگیا، چنانچہ لندن مین بھی متعدد مدارس ایسے کھولے گئے ہین جسمین اس قسم کے مریض چشم طلبہ کی ضروریات کو خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا، لیکن تازہ ترین تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ یہ مرض کچھ مدرسہ جانے والے طلبہ ہی کے ساتھ مخصوص نہین بلکہ بعض ایسی قومون کے چھوٹے بچون مین بھی پایا جاتا ہے، جنھین مدارس کی تعلیم سے کوئی واسطہ ہی

نہین، مثلاً عرب کے اہل بادیہ ملک جرمنی، اور یہودی قوم مین یہ مرض بہت عام ہے، اب محققین کا خیال یہ ہے کہ بعض نسلون اور قومون سے اس مرض کو خاص تعلق ہے، چنانچہ جن قومون مین قریب کے اعزہ مین ازدواج کا زیادہ رواج ہے انہین مین یہ مرض بھی زیادہ شائع ہے، اگرچہ اسمین شک نہین کہ عرصہ تک قریب کی چیزون پر نظر جمائے رکھنا اس مرض مین معین ضرور ہوتا ہے۔

یورپ کے ایک محقق نے حال مین اسکا اندازہ کیا ہے کہ یورپ مین کس ملک کے باشندے اپنی طویل العمری کے لحاظ سے ممتاز ہین، تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اس باب مین سرویا کا مرتبہ سب سے بڑھا ہے جسمین سو سو برس کی عمر کے باشندون کی تعداد سب سے زاید ہے، اعداد ذیل سے معلوم ہوگا کہ ہر ملک کی آبادی کی کتنی تعداد مین ایک ایک شخص سو برس کی عمر کا پایا جاتا ہے،

سرویا	ہر	۲۲۶۰	اشخاص مین ایک صد سالہ شخص
آیرلینڈ		۸۱۳۰	// //
اسپین		۴۳۰۰۰	// //
ناروے		۹۶۰۰۰	// //
برطانیہ		۱۷۷۰۰۰	// //
فرانس		۱۸۰۷۵۰	// //
سویڈن		۲۵۰۰۰۰	// //
جرمنی		۷۰۲۰۰۰	// //
ڈنمارک		۱۰۰۰۰۰۰	// //

پروفیسر آسبرن کی تازہ تحقیقات کے موافق ابتداءً گھوڑے اور ہاتھی کی جسامت بہت ہی مختصر ہوتی تھی، مگر بعد کو بہت زیادہ بڑھ گئی، اسکے بعد پھر انحطاط شروع ہوا، اور انکا موجودہ قد و قامت گویا افراط و تفریط کے درمیان نقطۂ اعتدال ہے، پروفیسر موصوف کی یہی تحقیقات جسم انسانی سے متعلق بھی ہے، انکا دعوی ہے کہ ابتداءً انسان کا قد ۴ فٹ سے زاید نہین ہوتا تھا اور اسکے کاسۂ سر کا حجم ۵۴ مکعب انچ ہوتا تھا، لیکن آج سے تقریبًا ڈہائی لاکھ سال گذرے کہ بڑھتے بڑھتے انسان دیو ہیکل ہوگیا، اسی دور مین اسکا قد ۹ - ۱۰ فٹ تک پہنچگیا، اور اسکے کاسۂ سر کا حجم ۱۰۰ مکعب انچ ہوگیا، اسکے بعد تیسرے دور کو شروع ہوے تقریبًا ۷۵ ہزار سال گذرے ہین، جب سے اسکے قد و قامت مین پھر انحطاط شروع ہوا ہے، چنانچہ آج جن لوگون کو دراز قد سمجھا جاتا ہے وہ بھی ۶ فٹ سے زاید نہین ہوتے، اور کاسۂ سر کا حجم ۷۵ مکعب انچ ہے،

پچھلے ۳۸ سال کے اندر برٹش انڈیا مین مطابع و مطبوعات کی رفتار ترقی کا اندازہ اعداد ذیل سے ہوگا:-

سال	مطابع	اخبارات	رسایل	کتب (السنۂ مغربی)	کتب (السنۂ مشرقی)
سنہ	۷۵۱	۳۲۸	۳۲۲	۵۲۳	۴۳۴۶
سنہ ۹۰	۱۴۶۵	۵۲۶	۳۰۲	۹۱۷	۸۴۶۱
سنہ ۱۹۰۰	۲۱۵۳	۶۷۵	۴۶۵	۱۱۶۴	۶۷۲۴
سنہ ۱۹۱۰	۲۷۳۶	۷۳۶	۸۲۹	۲۱۱۲	۹۹۳۴
سنہ ۱۹۱۱ء	۲۷۵۱	۶۵۸	۱۹۰۲	۱۵۷۸	۱۰۰۶۳
سنہ ۱۲ء	۲۷۸۰	۶۵۶	۲۲۶۸	۱۵۹۶	۹۹۸۸
سنہ ۱۳	۲۸۲۸	۶۷۳	۲۳۹۵	۱۶۶۲	۱۶۵۱
سنہ ۱۴	۳۰۲۰	۸۲۷	۲۸۴۸	۱۴۷۷	۱۰۷۱۲
سنہ ۱۵	۳۱۰۲	۸۴۷	۲۹۸۸	۱۶۰۲	۱۱۴۷۷
سنہ ۱۶	۳۲۳۷	۸۵۷	۲۹۲۷	۱۵۴۱	۱۰۶۵۸
سنہ ۱۷	۳۱۰۱	۸۰۵	۱۹۰۰	۱۹۱۹	۱۱۱۴۹
سنہ ۱۸	۳۱۵۵	۸۳۸	۱۹۹۷	۱۹۱۶	۱۰۷۷۲

ان اعداد سے معلوم ہوگا کہ سنہ ۱۸ء رسائل کے حق مین غیر معمولی طور پر منحوس ثابت ہوا ہے، اور اس نحوست کا اثر کسیقدر اخبارات و مطابع پر بھی پڑا۔

سنہ ۱۸ء مین تصنیفی حیثیت سے مدراس، ہندوستان کے سب صوبون سے ممتاز رہا کہ اسکے ہان ۲۶۴۱ مطبوعات شایع ہوے، بنگال مین ۲۶۱۲، صوبۂ متحدہ مین ۲۱۴۳، بمبئی مین ۱۹۲۱، اور پنجاب مین ۱۶۳۶ مطبوعات شایع ہوئے،

اخباری حیثیت سے بھی سنہ ۱۸ء مین مدراس کا نمبر اول رہا، بمبئی کا دوسرا، بنگال کا تیسرا، اور صوبۂ متحدہ کا چوتھا، سنہ ۱۷ء کے مقابلہ مین سنہ ۱۸ء مین اکثر صوبون مین اخبارات کی تعداد کم رہی البتہ صوبۂ مدراس مین انکی تعداد مین اٹھارہ کا، پنجاب مین تین کا، اور صوبجات بہار اور برہما مین ایک ایک کا اضافہ ہوا،

سنہ ۱۸ء کے مطبوعات کو اگر مضمون وار تقسیم کیا جاے تو ہر عنوان کے تحت مین اعداد ذیل آئینگے:-

مذہب وشرعیت	۳۳۱۲	شاعری وڈراما،	۲۳۳۳
ادب ولسانیات،	۱۴۴۷	قصص وافسانه	۸۵۸
تاریخ، سیرت، وجغرافیه	۷۰۰	طبیات (مغربی ومشرقی)	۴۲۰
قانون	۳۳۲	ریاضیات وعلم الآلات	۳۲۰
فلسفه ومتعلقات فلسفه	۱۷۱		

اہنین مطبوعات کو اگر زبانون کے لحاظ سے تقسیم کیا جائے تو ہر عنوان کے حصہ مین تعداد ذیل آئیگی،

انگریزی	۲۶۴۶	اڑیا (اڑیسه)	۵۷۴
ہندی	۱۸۳۳	سنسکرت	۴۲۳
بنگالی	۱۸۳۱	سندہی	۲۰۶
اردو	۱۲۴۶	ملایالم (مدراس)	۱۰۸
تامل (مدراس)	۱۱۸۲	برہمی	۱۰۰
گجراتی	۱۰۶۳	کناڑی (دکن)	۹۶
ٹیلیگو (مدراس)	۷۸۶	عربی	۶۶
مرہٹی	۷۴۸	آسامی	۶۵
پنجابی	۵۵۰	فارسی	۴۰
پالی	۳۶		

کلکتہ یونیورسٹی کو سر راش بہاری گہوش کے گرانقدر عطیہ کے علاوہ جسکا ذکر شذرات مین

آچکا ہے، ایک دوسرا عطیہ حال ہی مین ایک دوسرے ہندو بزرگ سے ساڑہے چار لاکہہ کا موصول ہوا ہے،

جنوری کے دوسرے ہفتہ مین انڈین ہسٹاریکل ریکارڈز کمیشن کا دوسرا اجلاس پنجاب یونیورسٹی کے ہال مین منعقد ہوا، اور دو روز تک جاری رہا، مسٹر شارپ، سکریٹری صیغۂ تعلیمات حکومت ہند صدر نشین تھے، اور حاضرین مین لفٹننٹ گورنر پنجاب، اور کلکتہ، الہ آباد و لاہور کے بعض علمار تاریخ بھی موجود تھے، ہز آنر و صدر مجلس کی تقریرون کے بعد مشہور مورخ پروفیسر جادو ناتھ سرکار نے اپنا لکچر پڑہا، جسمین یہ بتایا گیا تھا کہ ۱۶۵۸ء سے ۱۸۰۳ء تک سلطنت مغلیہ کی تاریخ کے لئے پورا اور مستند مواد نہین ملتا، دوسرا لکچر مسٹر ظفر حسن کا ہوا جسمین اورنگ زیب کے خطوط موسومہ شاہ ایران پر، جو حال مین دستیاب ہوئے ہین، بحث تھی، اسکے بعد حاضرین تاریخی نمائشگاہ مین گئے جہان لبعض نادر فرامین، مکاتیب و تصاویر کا ذخیرہ فراہم تھا جنمین ڈیوک آف ولنگٹن، لارڈ ڈلہوزی، راجہ رام موہن رائے، دکیشب چندر سین کے ہاتھ کے لکھے ہوے خطوط اور بہادر شاہ کا قلمی مجموعہ اشعار خاص طور پر قابل ذکر ہین، دوسرے روز کمیشن کے اجلاس مین قدیم کاغذات اور مواد تاریخی کے تحفظ پر سرگرم مباحثہ رہا، اور پنڈت دیاکرشن کول اور مسٹر ڈاڈول نے انہین عنوانات پر لکچر دیئے۔

کیمبرج یونیورسٹی کی جانب سے تاریخ عصر جدید (ماڈرن ہسٹری) اور تاریخ قرون وسطی (مڈیول ہسٹری) کا سلسلہ مدت ہوئی شائع ہو چکا ہے، اب یونیورسٹی مذکور اسی وسیع پیمانہ پر تاریخ عصر قدیم شائع کر رہی ہے، اس سلسلہ مین بڑی تقطیع پر آٹھہ ضخیم مجلدات ہونگے، اور مورخین کی ایک جماعت اس کام کو انجام دے رہی ہین، جسکی افسری اور عام ترتیب و نگرانی کے فرائض تین مشہور ماہرین فن تاریخ کے ہاتھون مین ہے،

اس کتاب مین مصر، بابل، اسیریا، ایران، یونان و رومہ کی ابتدائی تاریخ سے لیکر ۲۴ سنہ ہجری تک بحث ہوگی

کسی پچھلے معارف مین یہ خبر درج ہوچکی ہے کہ سر چارلس لایل، عمر بن قمیہ کے دیوان کی ترتیب و انگریزی ترجمہ مین مصروف ہین، آخر دسمبر مین دیوان مذکور کیمبرج یونیورسٹی پریس کی جانب سے شائع ہوگیا ہے، یہ شاعر قبیلہ بکر بن وائل کی شاخ قیس بن ثعلبہ کا ایک رکن تھا، اور اسکا زمانہ بقول سر چارلس، اوائل اسلام کا زمانہ تھا، دیوان کی قیمت ۲۱ شلنگ ہے،
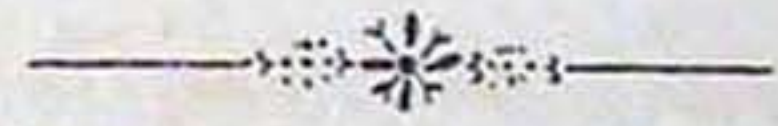
حسب اعلان سابق انڈین سائنس کانگرس کا سالانہ اجلاس وسط جنوری مین بمقام ناگپور منعقد ہوا، شرکا کی تعداد معقول تھی، مشہور ماہر کیمیا سر پی سی، رائے کا خطبہ صدارت مبسوط و مدلل تھا مگر علمی و نظری مباحث سے بالکل خالی تھا، البتہ صنعت و حرفت و تعلیمات وغیرہ کے علمی مسائل حاضرہ پر پر قوت تبصرہ تھا، ابتدائی نشست کے بعد کانگرس متعدد شعبون مین تقسیم ہوگئی اور ہر شعبہ وار اجلاس مین شعبہ متعلقہ کی کاروائی ہوتی رہی، مضامین جو پڑھے گئے اور جنپر بحث رہی انکی مجموعی تعداد سو سے متجاوز تھی، مہمات مضامین کی تقسیم ہر شعبہ مین حسب ذیل رہی،

شعبۂ طب	۱۹	مضامین
شعبۂ حیوانیات	۱۷	"
شعبۂ طبعیات و ریاضیات	۱۳	"
شعبۂ نباتات	۱۱	"
شعبۂ ارضیات	۸	"
شعبۂ کیمیا	۱۹	"

آثار علمیہ و ادبیہ

نامۂ سر سید

اس آخری دور مین مولانا عنایت رسول مرحوم چریا کوٹی اپنے فضل و کمال کے لحاظ سے علما و متقدمین کے ایک نمونہ تھے، سر سید مرحوم آپکا بہت احترام کرتے تھے توراۃ و انجیل پر جب کچھ لکھتے تھے تو اسکے متعلق ہمیشہ مولانا مرحوم سے معلومات حاصل کیا کرتے تھے یہ خط اس واقعہ کا ثبوت ہے،

علیگڑھ ۱۸ جون ۱۸۹۵ء

جناب مولانا مخدوم مکرم من مولوی عنایت رسول صاحب

آپکا عنایت نامہ پہنچا جسمین کتاب بشری کی نقل روح کے بارہ مین ہے اور اسکے اوپر لفظ تمتہ لکھا ہوا ہے، میرے پاس آپکے بھیجے ہوے صرف دو کاغذ پہنچے، ایک تو وہ ہے کہ جسمین آپ نے نسبت اعجاز قرآن کے بہت لمبا مضمون لکھا ہے، اور مولوی مہدیعلی کی تحریر پر کچھ تعریض کی ہے اور دوسرا یہ حال کا عنایت نامہ ہے، روح کے معاملہ مین جسپر لفظ تمتہ درج ہے اسکے سوائے کوئی کاغذ آپکا مرسلہ میرے پاس نہین پہنچا، حال مین جو عنایت نامہ آیا ہے اور جس کے مضمون پر تمتہ لکھا ہوا ہے اس سے گمان ہوتا ہے کہ اس سے پہلے آپ نے اور بھی کوئی کاغذ بھیجا ہے جسکا یہ تمتہ ہے، مگر وہ کاغذ میرے پاس نہین پہنچا، اگر وہ کاغذ ضایع ہوگیا ہو تو نہایت ہی افسوس ہے امید کہ آپ مطلع فرمائیے کہ سوائے ان دو کاغذون کے اور کوئی کاغذ آپ نے بھیجا تھا یا نہین۔

بارش شروع ہوگئی ہے اس موسم مین آپکا ارادہ یہان تشریف لانیکا ہے یا نہین اگر ہو تو مجھکو اطلاع فرماوین تاکہ مین ایک ملازم آپ پاس بھیجدون تاکہ وہ آپکو ساتھ لیکر یہان آجاوے،

خاکسار
سید احمد

ادبیات

رمزِ زندگی

از جناب ڈاکٹر محمد اقبال صاحب

دلِ من روشن از سوزِ درون است　　جہان بین چشمِ من از اشکِ خون است

ز رمزِ زندگی بیگانہ تر باد　　کسے کو عشق را گوید جنون است

یادِ شبلی

اے وہ کہ صحیفۂ ادب مین　　اک آیۂ شانِ دلبری ہے

تحریر کی کائنات مین تو　　شایانِ شکوہِ داوری ہے

ہر ہر ورقِ کتاب تیرا　　اک آئینۂ سکندری ہے

تیری ہر نثر کی کشش مین　　ہنگامۂ سحرِ سامری ہے

تیرے ہر شعر کا سراپا　　اک معجزۂ پیمبری ہے

نیرنگیٔ حسن کی جھلک سے　　حرفون مین فروغ ساغری ہے

ہر بتکدۂ خیال تیرا　　سرمایۂ رشکِ آذری ہے

تیری تخئیل کی تجلی　　صرفِ رہِ شعلہ گستری ہے

معمور اثر ترا سخن تھا

لبریز مذاقِ انجمن تھا

تھا کلک غلط نگار مغرب　　حرفِ ذوقِ سیاہ کاری

ناموس شریعتِ ادب تھا　　جولانگہِ غلط نگاری

اسلام پہ نکتہ چینیان تھین　　تاریخ کی کائنات ساری

تیری تحقیق نے کیا ہے　　افشاے رموز فتنہ کاری

ٹوٹی ترے کلک پردہ در سے　　حرفِ باطل کی سحر کاری

خونابۂ دل سے کی ہے تونے　　کشتِ ملت کی آبیاری

اخلاص نہاں ترے آنسوؤن مین　　ندوہ ہے نہالِ اشکباری

معمورۂ علم و فن مین اب تک　　اُردو تھی رہینِ شرمساری

لیکن ترے ذوقِ جستجو نے　　کی حسن رقم کی شعلہ باری

تصنیف کے ہر چمن سرا مین　　ہے تجھسے طراوتِ بہاری

تو شام سیاہ کی سحر تھا

شرعِ نو کا پیامبر تھا

سجاد انصاری بی اے ال ال بی

غزل فارسی

تنہا نہ لب ز نغمۂ مستانہ اش پر است　　از من ہر آنچہ ہست ز افسانہ اش پر است

ہر جا کہ بنگریم عیانست روے دوست　　عالم ہمہ ز جلوۂ جانانہ اش پر است

خوش ساقئی کہ صدرہ از آئینِ کبر و ناز　　جام و سبو شکستہ و میخانہ اش پر است

نازم بآن نگاہ کہ از کیفِ مستیش　　سرشار گشت محفل و پیمانہ اش پر است

یک صوت سرمدیست کہ ہر ذرۂ وجود　　سرتا بپا ز نغمۂ مستانہ اش پر است

واعظ تو لی و کعبہ و صد جلوہ ہای دوست　　اما مگو کہ دیر ز بیگانہ اش پر است

بزدی عشق بین کہ درین دہر بے ثبات　　نیرؔ گم است و بزم ز افسانہ اش پر است

ابوالعرفان خان ندوی نیرؔ

مطبوعات جدیدہ

مذہب وعقلیات، مولانا عبد الباری صاحب ندوی پروفیسر احمد آباد کالج، دار العلوم ندوۃ العلما کے مایۂ ناز فرزندون مین ہین، دار العلوم کا ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ یہان سے ایسے علما پیدا ہون جو مشرقی و مغربی علوم و فنون کے جامع ہون، مولانا موصوف کی ذات دار العلوم کی کامیابی کا مجسم نمونہ ہے، آپ نے گذشتہ اجلاس آل انڈیا محمدن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ سورت کے موقع پر ایک فاضلانہ علمی خطبہ دیا تھا، موضوع بحث یہ تھا کہ مذہب و عقلیات بالکل دو جداگانہ چیز ہین ان مین کسی طرح کشمکش و آویزش ہو ہی نہین سکتی اور آج تک معرکۂ مذہب و سائنس پر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ انسانی فہم کی غلط کاریون کا تعجب انگیز نمونہ ہے، چنانچہ مولانا ایک موقع پر فرماتے ہین،

مذہب و سائنس کے بے تعلقی کو پوری طرح سمجھنے کے لئے پہلے انکے باہمی فرق اور بُعد حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے، ریل کی دو گاڑیان ٹکرا سکتی ہین اور ٹکراتی ہین، لیکن ریل گاڑی اور جہاز مین تصادم ناممکن ہے اسلئے کہ ریل سمندر مین چل ہی نہین سکتی ہے اور نہ جہاز خشکی پر، بعینہ یہی حال سائنس اور مذہب کا ہے، سائنس کا مذہب کی حد مین داخل ہونا اس سے زیادہ محال ہے جتنا ریل کا پانی یا جہاز کا خشکی پر چلنا ہے، مذہب جہان سے شروع ہوتا ہے، سائنس کی رسائی وہان ختم ہو جاتی ہے، سائنس کا جو منتہائے پرواز ہے مذہب کا وہ نقطۂ آغاز ہے، سائنس کی بحث و تحقیق کا تعلق تمام تر فطرت (نیچر) کے واقعات، مشاہدات اور تجربات سے ہے، مذہب کی بنا بیشتر فوق الفطرۃ اور تجربہ و

مشاہدہ کی دسترس سے ماورا چیزون پر ہے، مثلاً خدا، روح، حشر و نشر وغیرہ"

پوری تقریر علٰحدہ رسالہ کی صورت مین شائع کیگئی ہے، یہ موضوع اپنی جدت اور خطیب کے دعاوی اپنے محکم دلائل کے لحاظ سے حامیان مذہب اور ارباب سائنس دونون کی توجہ کے مستحق ہین، ایک بات خاص طور سے قابل عرض ہے کہ فاضل خطیب نے علم کلام کو ایک زیانکار ایجاد کے نام سے یاد کیا ہے اور انکی راے مین اسکا تمام دفتر بے معنی جلا دیئے جانے کے قابل ہے، وہ متکلمین کو مذہب کے نادان دوست اور انکو کشتنی و گردن زدنی قرار دیتے ہین، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی راے مین فن کلام کی کوئی حقیقت نہین اور متکلم ایک غلط وصف ہے، اگر یہ صحیح ہے تو وہ اپنی اس راے کی نسبت کیا فیصلہ کرینگے کہ "علامہ شبلی رحمہ اللہ ایک متکلم مورخ تھے" پورا خطبہ ہر طرح مرتب، مسلسل اور پر زور ہے، طرز بیان نہایت صاف اور سلجھا ہوا ہے، ہر شخص بآسانی متکلم کا مفہوم سمجھ سکتا ہے، البتہ شان خطابت جسکا نام ہے وہ کم ہے، صفحے ۴۰، لکھائی چھپائی عمدہ، صدر دفتر کانفرنس علیگڈہ سے طلب کیجئے۔

سلسلۂ منتخبات نظم اردو، عمدہ اور منتخب ادبیات کی اشاعت ترقی زبان کا بہترین ذریعہ ہے، ابتک اردو مین کوئی ایسا مرتب سلسلہ موجود نہ تھا جسمین ہر موضوع کی عمدہ اور منتخب نظمین جمع کیگئی ہون، ہی خواہان اردو کو جناب محمد الیاس برنی کا ممنون ہونا چاہیئے جنھون نے سب سے پہلے اس ضرورت کو محسوس کیا، اس سلسلہ کے تین حصے ہین جسمین تمام اصناف سخن کو احاطہ کرنیکی کوشش کیگئی ہے، مناظر قدرت جسمین اوقات، مقامات اور واقعات پر مشتمل نظمین ہین، معارف ملت جسمین حمد و نعت، مناجات اور اخلاقی و قومی نظمین جمع کیگئی ہین جذبات فطرت، جو بقول جناب مرتب مرزا غالب کے اس شعر کی تفسیر ہے،

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
مین نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل مین ہے،

عام طور پر ترتیب اچھی ہے، انتخاب بھی برا نہین، یہ ضرور ہے کہ ابھی اس سلسلہ مین مزید کاوش و محنت اور تلاش وجستجو کی ضرورت ہے، ہمارے خیال مین ایک بات کی سخت ضرورت تھی وہ یہ کہ قدمار کے کلام مین بہت سے ایسے الفاظ آتے ہین جو فصحا کے نزدیک متروک ہین مگر بعض اطراف ہند مین وہ اتبک زبان زد خاص و عام ہین، ایسے لفظون پر نوٹ دیکر حاشیہ مین اسکی تشریح کردینا چاہیے تاکہ زبان آموز غلطی مین نہ پڑین، زبان کی صفائی اور اسکے معیار فصاحت کو بلند تر کرنے کے لئے اسکی سخت ضرورت ہے، ایک امر اور بھی ہے وہ یہ کہ بعض نومشق شعرا کے ہان بعض الفاظ غلط استعمال ہو گئے ہین، شاعر سے خط وکتابت کرکے یا نوٹ دیکر اسکی تصحیح کردینا چاہیے تھی، مثلاً جناب نظم گیلانی کی نظم جام شہادت مین ترس جو برس کا ہموزن ہے، ترس (بسکون را) استعمال کیا گیا ہے، لکھائی چھپائی عمدہ، کاغذ سفید، ہر حصہ کے صفحے ۱۵۰ تقطیع چھوٹی قیمت ہر حصہ کی عہ، جناب مولف یا جناب مقتدی خانصاحب شروانی، علیگڈھ سے طلب کیجئے۔

مودودہ، مصنفہ جناب مولوی راشد الخیری صاحب دہلوی، صفحے ۵۶، کاغذ سفید، لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت ۸؍ ملنے کا پتہ: مینجر کارخانہ صوفی آبجیات پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات۔

افسانہ نگاری کے لئے مولیصاحب موصوف کا قلم ممتاز حیثیت رکھتا ہے، آپکے نام کے بعد مزید تعارف کی ضرورت نہین، یہ کتاب ایک معاشرتی افسانہ پر مشتمل ہے جسمین اس رسم قبیح کے نتائج دکھلائے گئے ہین کہ بعض نافہم اشخاص دولت وجائداد کی تقسیم کے خوف سے لڑکیون کی ہستی کو نفرت انگیز نگاہ سے دیکھتے ہین اور انکو محروم الارث کرنیکی تدبیرین اختیار کرتے ہین، حالانکہ شریعت اسلام نے اس جاہلانہ رسم کی بیخ کنی کردی تھی اور پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون کے ساتھ عدل وانصاف کی بہترین تعلیم دی تھی، کتاب بہت دلچسپ اور قابل دید ہے،

مجلد پنجم | ماہ ربیع الثانی ۳۸ھ مطابق مارچ ۲۰ء | عدد سوم

مضامین

جدید مطبوعات

روح الاجتماع، یعنی ڈاکٹر لی بان کی کتاب "جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ" کا ترجمہ از مولانا محمد یونس انصاری فرنگی محلی، قیمت عہ؍

"مینجر"